سیاستِ ہند کا ایک تاریخی اور فیصلہ کن موڑ!

دستِ تعاون جو جھٹک دیا گیا

۳۱ دسمبر ۱۹۲۶ء

اس سال لیگ کا سالانہ اجلاس سر شیخ عبد القادر کی زیر صدارت منعقد ہوا۔

اس سال اجلاس میں مسٹر جناح نے ایک بڑی اہم تجویز پیش کی، اور اپنی تقریر میں اس کے بعض نکات پر روشنی ڈالی،

تجویز یہ ہے:۔

لیگ کا اصل مقصد مکمل ذمہ دار حکومت کا حصول ہے۔

آل انڈیا مسلم لیگ کی یہ خواہش ہے کہ ہندوستان کے موجودہ آئین میں کچھ ترمیمات کی جائیں۔ اس لئے وہ حکومت سے استدعا کرتی ہے کہ بغیر کسی پس و پیش کے فوراً ایک رائل کمیشن مقرر کیا جائے تاکہ تحقیقات اور جانچ پڑتال کے بعد کمیشن کوئی ایسی اسکیم مرتب کرے، جس کی رو سے ہندوستان میں بہت جلد ذمہ دار حکومت قائم کرنے کی شرائط شامل ہوں، لیکن اسی کے ساتھ ساتھ ہندوستان کسی قسم کا آئین مرتب کرنے کے وقت حسبِ ذیل اساسی اصولوں کے تحفظ کا خاص طور سے خیال رکھنا لازمی ہے۔

۱۔ ملک کی ہر مجلس مقننہ یا دیگر منتخب جماعتوں میں اقلیت کی کافی نمائندگی کا سامان کیا جائے، اور کسی صوبہ کی اکثریت کو اقلیت یا مساوات کے درجہ پر نہ تبدیل کیا جائے۔

۲۔ اقلیت کی نمائندگی کے لئے جداگانہ انتخابات قرار دیئے جائیں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہر جماعت کو یہ حق حاصل ہونا چاہیئے،

اور لیگ اور کانگریس اُسے منظور کر لیں تو دونوں مجالس کے چیدہ چیدہ رہنماؤں کا ایک نمائندہ وفد مقرر کیا جائے، جو اس امر کی کوشش کرے کہ برطانوی پارلیمنٹ میں یہ دستور پیش کر کے اُسے پاس کرائے۔

سب سے پہلے یہ امر صاف الفاظ میں طے کرنا چاہیئے کہ ہندوستان کی حیثیت سلطنت برطانوی میں کیا ہوگی، حکومت اس امر کو واضح اور مستند طور پر تسلیم کر لے کہ حکومت خود اختیاری ایسا مطمح نظر نہیں ہے جو کہ کسی نامعلوم مستقبل میں ہندوستان کو حاصل ہوگا۔ بلکہ یہ حکومت کا ایک متعینہ مقصد ہے جو مناسب وقت میں ہندوستانیوں کو دیا جائیگا جنگ کے اختتام کے بعد حکومت اور لوگوں کی طرف سے اس بارے میں فوری اور موثر کارروائی ہونی چاہیئے۔

اگر حکومت ہند اور وزیر ہند کے مابین ہی ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ چپکے چپکے ہو جائے تو یہ ملک کی بڑی بدنصیبی ہوگی، حکومت کو چاہیئے کہ وہ اپنی تجاویز شائع کرے تاکہ قوم اس پر رائے زنی کر سکے اور حکومت کا فرض کہ وہ پبلک کا اعتماد حاصل کرے، میں محسوس کرتا ہوں کہ اگر لوگوں کو اس وقت مایوسی سے دوچار ہونا پڑا تو ملک کی آئندہ ترقی کے لئے یہ حادثۂ عظیم ہوگا۔

اب ہمیں قومی مفاد کی قربان گاہ پر اپنے ذاتی اختلافات کی بھینٹ چڑھا دینی چاہیئے۔ ہمیں اقوال و اعمال سے ثابت کر دینا چاہیئے کہ ہم مخلصانہ طور پر سچے اتحاد قومی کے لئے مضطرب ہیں، چند روز قبل میں نے بمبئی کرانیکل میں دیکھا کہ :-

اعلیٰحضرت حضور نظام نے اپنی ریاست میں ہندو مسلم تنازع کا یوں فیصلہ کر دیا۔ ورنگل کے ہندو مسلمانوں میں مسجد کی ایک عبارت کے متعلق جو ہندو علاقہ میں تھی جھگڑا ہو گیا تھا، ہندو آبادی کے احتجاج کے باوصف فریق ثانی نے تعمیر کا کام جاری رکھا۔

ہندوؤں نے اعلیٰحضرت کی بارگاہ میں درخواست گزاری تو حضور نظام نے دو مسلمانوں اور ایک ہندو پر مشتمل ایک مجلس مقرر کی جو اس معاملہ کی تحقیق کرے، مجلس کی رپورٹ ہندوؤں کے حق میں تھی اور حضور نظام نے اس کے مطابق فرمان جاری کئے۔

حضور نظام کا رویہ آصف جاہی خاندان کی درخشندہ روایات کے مطابق تھا۔ ہم ہندو مسلم برطانوی ہند میں کیوں نہ ان راہوں پر چلیں۔ اور کیوں نہ اس طریق سے اپنے اختلافات کا فیصلہ طلب کریں، جو کہ ریاست نظام میں اس قدر کامیاب ہوئے ہیں؟

تو اسے پیمانۂ امروز و فردا سے نہ ناپ
جاوداں، پیہم دواں، ہر دم رواں ہے زندگی
اقبال

سنہ ۱۹۲۵ء

ہندو مسلم فسادات کے دور میں بھی

جب مسٹر جناح قومیتِ متحدہ کے خواب دیکھ رہے تھے۔

اور

نوحہ خواں تھے

امتاں اندر اخوت گرم خیز

"ما" برادر با برادر در ستیز!

قومیت متحدہ کی تعمیر میں حصّہ لینے کا عزم

ابھی اُمیّد باقی تھی!

۳۱ دسمبر ۱۹۲۵ء

ہندو مسلمانوں کے درمیان اختلاف کی خلیج بڑھتی جا رہی تھی، ہندو مسلم فسادات روزمرہ کے واقعات بن گئے تھے، کانگرس نے سکوت اختیار کر لیا تھا، مجلس خلافت بے اثر ہوتی جا رہی تھی، فرقہ پرستوں کی بن آئی تھی، ہندو مسلم اتحاد کا نام لینا اشتعال انگیزی کو دعوت دینا تھا۔

ان حالات میں لیگ کا سالانہ اجلاس سر عبدالرحیم کی صدارت میں بمقام علی گڑھ منعقد ہوا جناب صدر نے جو خطبہ صدارت ارشاد فرمایا وہ بھی ایک چیلنج کی حیثیت رکھتا تھا، اس اجلاس میں مسٹر جناح نے بھی شرکت کی تھی، وہ اب تک مایوس نہیں ہوئے تھے، وہ اب تک مشترک پروگرام کے حامی اور داعی تھے، انہوں نے ایک تجویز پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

"لازم ہے کہ پہلے ہم خود آپس میں کوئی فیصلہ کر لیں حکومت سے ہمارا صرف یہی مطالبہ ہے کہ موجودہ آئین کی نظر ثانی کرتے ہوئے ایک قانون مرتب کرنے کے لئے کوئی ایسی اسکیم بنائی جائے جس میں ہندوستان کی ترقی کا خاص خیال رکھا گیا ہو۔"

ووٹنگ کے لئے جب اس تجویز کو پیش کیا گیا تو بہت بڑی تعداد کے ووٹ سے یہ پاس ہو گئی۔

۱؎ سر عبدالرحیم، بنگال کے ممتاز سیاست دانوں میں تھے، مسٹر جناح ان کا بہت احترام کرتے تھے۔ سر عبدالرحیم عرصہ تک بنگال کے وزیر، پھر مرکزی اسمبلی کے صدر (سنہ ۱۹۴۷ء) تک رہے، تقسیم ہند کے بعد کراچی آ گئے، کچہری روڈ پر سہروردی صاحب کے ہاں جو ان کے عزیز قریب تھے قیام تھا۔ یہیں انتقال ہوا۔

برتر از اندیشۂ سود و زیاں ہے زندگی
ہے کبھی جاں، اور کبھی تسلیمِ جاں ہے زندگی!

اقبال

سنہ ۱۹۲۶ء

جب اکثریت اقلیت کو خاطر میں نہ لاتی تھی ۔

جب مسٹر جناح کانگرس سے اشتراک و تعاون کے متمنّی تھے ۔

ہم کو اُن سے وفا کی ہے اُمیّد
جو نہیں جانتے وفا کیا ہے ؛

سیاستِ ہند کا ایک تاریخی اور فیصلہ کن موڑ!

دستِ تعاون جو جھٹک دیا گیا

۳۱ دسمبر ۱۹۲۶ء

اس سال لیگ کا سالانہ اجلاس سر شیخ عبد القادر کی زیرِ صدارت منعقد ہوا۔
اس سال اجلاس میں مسٹر جناح نے ایک بڑی اہم تجویز پیش کی، اور اپنی تقریر میں اس کے بعض نکات پر روشنی ڈالی،

تجویز یہ ہے:-

لیگ کا اصل مقصد مکمل ذمہ دار حکومت کا حصول ہے۔

آل انڈیا مسلم لیگ کی یہ خواہش ہے کہ ہندوستان کے موجودہ آئین میں کچھ ترمیمات کی جائیں۔ اس لئے وہ حکومت سے استدعا کرتی ہے کہ بغیر کسی پس و پیش کے فوراً ایک رائل کمیشن مقرر کیا جائے تاکہ تحقیقات اور جانچ پڑتال کے بعد کمیشن کوئی ایسی اسکیم مرتب کرے جس کی رو سے ہندوستان میں بہت جلد ذمہ دار حکومت قائم کرنے کی شرائط شامل ہوں، لیکن اسی کے ساتھ ساتھ ہندوستان کسی قسم کا آئین مرتب کرنے کے وقت حسبِ ذیل اساسی اصولوں کے تحفظ کا خاص طور سے خیال رکھنا لازمی ہے۔

۱- ملک کی ہر مجلس مقننہ یا دیگر منتخب جماعتوں میں اقلیت کی کافی نمائندگی کا سامان کیا جائے، اور کسی صوبہ کی اکثریت کو اقلیت یا مساوات کے درجہ پر نہ تبدیل کیا جائے۔

۲- اقلیت کی نمائندگی کے لئے جداگانہ انتخابات قرار دیئے جائیں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہر جماعت کو یہ حق حاصل ہونا چاہیئے

کہ وہ کسی خاص وقت یا موقع پر مشترکہ انتخابات کو بھی زیر عمل
لا سکے ۔

۳ ۔ اگر کسی وقت میں علاقوں کو دوبارہ تقسیم کرنے کی ضرورت محسوس
کی جائے، تو اس وقت بنگال ۔ پنجاب و شمال مغربی سرحدی صوبہ
کے مسلمانوں کی اکثریت کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچایا جائے ۔

۴ ۔ ہر جماعت کو اپنی مذہبی معاملات کے عقائد اور عبادت کرنے اور اشاعت
تعلیمات میں مکمل آزادی ہونی چاہیئے۔

۵ ۔ اگر کسی جماعت کے تہائی ممبر کسی قانون یا تجویز کی اس بناء پر مخالفت کریں کہ
یہ اُن کے حق میں ضرر رساں ہے تو اس حالت میں یہ قانون یا تجویز پاس نہ ہو۔

لیگ ایک کمیٹی مقرر کرتی ہے ۔ کمیٹی کا یہ فرض ہوگا کہ ہندوستان کے دیگر
سیاسی اداروں سے تبادلہ خیال کرتے ہوئے ایک اسکیم مرتب کر کے
لیگ کی مجلس عاملہ کے پاس غور و خوض کرنے کے لئے بھیجے ۔ جسے
لیگ کی نظر ثانی کے بعد رائل کمیشن کے پاس بھیجا جائے گا ۔ نیز
لیگ ہر صوبہ میں اس قسم کی کمیٹیاں مقرر کرتی ہے ۔ تاکہ وہ سب بھی آئینی اصلاحات کے
متعلق ایک اسکیم مرتب کر کے سینٹرل کمیٹی کے پاس روانہ کریں ۔

مسٹر محمد علی جناح نے اس تجویز کی تحریک کرتے ہوئے کہا مسلمان اپنے حقوق کے
تحفظ کے لئے بہت پریشان اور نالاں ہیں، ہندوؤں اور کانگریسوں کا رویہ مسلمانوں کے
بالکل مخالفانہ ، مشترکہ انتخابات سے قومیت پیدا نہیں ہو سکتی ۔ تاریخ شاہد ہے کہ کینیڈا
میں جداگانہ انتخابات سے ملکی نظام میں کسی قسم کا خلل نہیں پہنچا ، میری یہ تمنا
ہے کہ کانگرس اور ہندو مہاسبھا کے لیڈر ہمیں بھی اپنا شریک کار
بنائیں اور ہمارے ساتھ دوستانہ تعلق و ربط پیدا کریں، آج جو تجویز

کی میں نے تحریک کی ہے اس کی نقل کانگرس کے سکریٹری کے پاس بھیجی گئی ہے، لیکن لیگ سخت ناامیدی ہوئی۔ جب کہ کانگرس نے کوئی تشفی بخش جواب نہ دیا۔ خیر جو کچھ گذر گیا وہ گذر گیا۔ ہمیں چاہیئے کہ ماضی کو بالکل بھول جائیں، اور اپنے مطالبات کے حصول کے لئے آپس میں متفق ہو کر ایک مشترکہ پالیسی کے زیر عمل آجائیں۔

ڈاکٹر کچلو[1] نے اسی موقع پر یہ فرمایا کہ اگر ہندو ہماری تجاویز کے اصولوں کو تسلیم کر لیں تو دونوں فرقوں کی باہمی کشمکش فوراً دور ہو جائے۔ چونکہ ہندوؤں کی اکثریت ہے۔ اس لئے اُن کا فرض ہے کہ وہ مسلمانوں کو راضی کر کے اُن کے دلوں کو موہ لیں۔

---

[1] ڈاکٹر سیف الدین کچلو، جو علی برادران کے ساتھ مقدمۂ بغاوت میں ماخوذ اور سزایاب ہوئے۔ آل انڈیا خلافت کے صدر بھی منتخب ہوئے، مسلم لیگ کے سکریٹری بھی منتخب ہوئے، ہندوؤں کی تحریک سنگھٹن کے مقابلہ میں تحریک "تنظیم" انہی کے زرخیز دماغ کی پیداوار تھی، ۲۸ء تک لیگ میں شریک رہے، پھر کانگرس میں شامل ہو گئے، تقسیم ہند کے وقت یہ پنجاب کانگرس کے صدر تھے اور اپنے وطن امرت سر میں مقیم تھے لیکن وہاں رہ نہ سکے، دلی چلے آئے، اب وہیں ہیں، کانگرس سے قطع تعلق کر چکے ہیں، اور امن کمیٹی کے روح رواں ہیں کئی دفعہ روس بھی جا چکے ہیں۔

۱۹۲۷ء

جب مسٹر جناح ہندو مسلم اتحاد کے لئے وقفِ عمل تھے۔

جب مہاسبھا اور شدھی و سنگھٹن کی تحریکیں عروج پر تھیں۔

جب مسلمانوں کی قیادت عامہ ناکام ہو چکی تھی۔

خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے، سلطانی بھی عیاری

کانگریس سے اشتراکِ تعاون کا دَور!

ہندو مُسلم اِتحاد: میری دِلی تمنّا!

۳۱ر دسمبر ۱۹۲۷ء

سائمن کمیشن کے بائیکاٹ کے مسئلے پر ہندو مسلم اختلاف اور زیادہ بڑھ گیا ہے لیگ بائیکاٹ کی حامی ہے، سر شفیع مخالف ہیں۔ اختلاف کی سنگینی نے لیگ کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ سر شفیع نے لاہور میں اجلاس کیا، جو "شفیع لیگ" کے نام سے موسوم ہوا، جناح صاحب نے کلکتہ میں طلب کیا، جسے "جناح لیگ" کے نام سے پکارا گیا۔ مسٹر جناح اعلیٰ برادران کی رفاقت و معیّت میں بائیکاٹ کے اس لئے حامی ہیں کہ کانگریس بھی بائیکاٹ پر تلی ہوئی ہے اور وہ کانگریس کے ساتھ مل کر متحدہ دستورِ ہند بنانے کے متمنی ہیں۔

لیگ کی روداد بتاتی ہے کہ:۔

"صدر (مسٹر جناح) کی التجا پر پنڈت مدن موہن مالویہ نے اپنی تقریر میں اتفاق و اتحاد قائم کرنے کی درخواست کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ صرف دو مسئلوں پر ہم لوگوں کے اندر تفرقہ پیدا ہو گیا ہے، اوّل کا تعلق گاؤکشی کے ساتھ ہے اور دوئم مسجد کے سامنے باجہ بجانے کے متعلق ہے، کیا یہ ایسا مسئلہ ہے جسے ہم لوگ حل نہیں کر سکتے ہیں، آخر میں آپ نے یہ فرمایا کہ ہم لوگ اگر آج سے اپنے کو پہلے ہندوستانی اس کے بعد ہندو مسلم سمجھیں تو چٹکی کے اشارے پر سوراج حاصل کر لیں گے۔

جلسہ کو مخاطب کرتے ہوئے مسٹر جناح نے فرمایا کہ پنڈت جی نے آج دعوت دی ہے، اس سے میری خوشی کی حد نہیں ہے، میری دلی خواہش ہے کہ ہندو مسلم اپنے اختلافات کو فراموش کر

آپس میں مل جائیں[1]

---

[1] اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسٹر جناح ہندو مسلم اتحاد کے کس درجہ آرزومند اور متمنی تھے، اور ہر قیمت پر کانگرس کو تعاون پر آمادہ کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔

زندگانی کی حقیقت کوہ کن کے دل سے پوچھ
جوئے شیر و تیشہ و سنگِ گراں ہے زندگی

اقبال

سنہ ۱۹۳۵ء

جب حکومتِ برطانیہ کانگرسی سامراج کے سامنے سرنگوں ہو رہی تھی۔
جب وفاق وے کر مسلمانوں کو اکثریت کا غلام بنانے کی تیاری ہو رہی تھی۔
کمیونل اوارڈ،
جوائنٹ پارلیمینٹری کمیٹی کی رپورٹ،
جب مسٹر جناح آمادۂ عمل ہو رہے تھے۔

.. کہ فتنۂ دگرے در ضمیر ایام است

جوائنٹ پارلیمنٹری کمیٹی کی رپورٹ پر قائدِ اعظم کی تقریر

مسئلہ دستورِ ہند

۷۔ فروری ۱۹۳۵ء

گول میز کانفرنس ختم ہو چکی ہے، پارلیمنٹ اور ہاؤس آف لارڈز کے مشترک ممبروں کی کمیٹی اپنی رپورٹ پیش کر چکی ہے جو "جوائنٹ پارلیمنٹری کمیٹی" کی رپورٹ کے نام سے مشہور ہے، جوائنٹ پارلیمنٹری کمیٹی نے جو سفارشات پیش کئے ان کا ماحصل یہ ہے!

۱۔ ہندوستان صوبوں اور ریاستہائے ہند پر مشتمل کل ہند وفاق (آل انڈیا فیڈریشن) قائم کیا جائے۔

۲۔ صوبوں کو آزادی دی جائے، یعنی صوبائی وزارت بجائے گورنر کے صوبائی مجلس آئین کے سامنے جواب دہ ہو۔

۳۔ کمیونل ایوارڈ نافذ کر دیا جائے۔

برطانوی حکومت کے ایما سے حکومتِ ہند نے اسے مرکزی اسمبلی میں پیش کیا۔

مسٹر جناح نے اس موقع پر ایک معرکہ آرا تقریر ارشاد فرمائی جو اسمبلی کی روداد میں درج ہے۔ یہ تقریر اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ کتنے بڑے ماہر آئین و دستور تھے اور ان کی گرفت کتنی کڑی ہوتی تھی۔ جس سے سرکاری اور کانگرسی ممبران یکساں طور پر متوحش اور سراسیمہ ہو جایا کرتے تھے۔

یہ تقریر قائدِ اعظم کی یادگار تقریروں میں سے ہے۔

(رئیس احمد جعفری)

مسٹر ایم اے جناح۔

میں ایک سنجیدہ اور اہم موقع پر ایوان کو ان غلط بیانیوں کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں جو اس معاملہ میں میری حیثیت پر کئے گئے ہیں۔ "اسٹیٹسمین" جیسی حیثیت اور مرتبے کا روزنامہ اپنی ایک تازہ اشاعت (مورخہ ۲ فروری) میں لکھتا ہے:۔

"کانگرسی جماعت کی روحِ رواں نسلی عناد ہے۔ بے شک اُسے مسٹر جناح جیسے عارضی ساتھی ہمیشہ ملیں گے۔"

جناب! میں اپنی ساری قوت سے جو مجتمع کر سکتا ہوں اس کو رد کرتا ہوں (حزب الاختلاف کی نشستوں سے واہ وا) بہر حال میں کسی قوم سے کسی قسم کا نسلی عناد نہیں رکھتا (واہ، واہ!)

سر محمد یعقوب۔ اس اخبار کو شرم آنی چاہیئے۔

مسٹر جناح۔ پھر یہ اخبار آگے چل کر لکھتا ہے:۔

مسٹر جناح جنہوں نے ایک "سرگرم گول میزئے"[1] اور "وفاقی" کی حیثیت سے ابتدا کی تھی ——— ہاں مجھے اقرار ہے کہ میں ایک سرگرم گول میزیا ہی نہیں بلکہ میں کہہ سکوں تو ایک "سرگرم ترین" گول میزیا تھا۔ لیکن میں نے ایک سرگرم وفاقی کی حیثیت سے کبھی ابتدا نہیں کی۔ میں نے آغاز ہی میں غلط یا صحیح طور پر جان لیا تھا کہ اس تجویز سے کبھی ہندوستان کی جائز تمناؤں کی تکمیل نہ ہو سکے گی۔ پھر یہ اخبار لکھتا ہے کہ:۔

"اب وہ دلیلی میں اخیر مطمئن ہیں۔ کیونکہ انہیں کانفرنس کی آخری نشستوں میں مدعو نہیں کیا گیا تھا۔"[2]

کئی معزز اراکین۔ شرم، شرم۔

مسٹر جناح۔ میں ابتداء ہی سے اس تجویز کا سب سے زیادہ مخالف تھا

یہی وجہ تھی کہ مجھے کانفرنس کی آخری نشستوں میں مدعو نہیں کیا گیا۔ میں اسلئے مخالف نہیں ہوا کہ مجھے تیسری گول میز کانفرنس میں نہیں بلایا گیا۔ یہ جھوٹ یہ افترا پردازیاں اور یہ طنز کسی ایسے اخبار کے شایانِ شان تو نہیں جس کا نام ـــ

آنریبل سر ہنری کریک ـ مجھے توقع ہے کہ معزز رکن اس بازپرس میں مجھے شریک نہیں کرینگے گو وہ مسلسل میری ہی طرف دیکھ رہے ہیں اس معاملہ سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں اپنے دوست کو یقین دلاتا ہوں کہ انہوں نے جو کچھ ابھی پڑھ کر سنایا میں نے اسے اب تک نہیں دیکھا تھا۔ آج پہلی مرتبہ اپنے معزز دوست سے اس کو سن رہا ہوں۔

سر محمد یعقوب ـ اب تو معزز ہوم ممبر نے سُن لیا تھا۔ وہ مسٹر جناح سے اتفاق کریں گے۔

مسٹر جناح ! میں اب اس معاملہ کو یہیں چھوڑتا ہوں اور اپنی اس تنقید میں معزز ہوم ممبر کو شامل نہیں کرتا۔

اب میں اس مسئلہ کی طرف رجوع ہوتا ہوں جو اس ایوان کے زیرِ غور ہے۔ سب سے پہلے میں ان مباحث کا جائزہ لوں گا جو میرے معزز دوست مسٹر ڈیسائی قائد حزب مخالف نے کئے ہیں۔ میں اُن کی ترمیم سے متفق نہیں ہوں۔ وہ ایک قطعی انکار ہے اور بس۔

وہ اس تجویز کا کوئی بدلا بھی نہیں پیش کر رہے ہیں۔ اس لئے یہ ایک خالص نفی کی حیثیت ہے اور میں ایسی حیثیت قبول نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ مجھے ایک ترمیم پیش کرنی پڑی۔ میری اس ترمیم کی رُو سے فرقہ وار عطیہ قابلِ قبول ہوگا۔ لیکن یاد رکھئے کب تک ـــ تاوقتیکہ متعلقہ فرقے اس کے ایک بدل پر متفق الرائے نہ ہو جائیں۔

یہ ہو سکتا ہے کہ ہمارے ہندو دوست "فرقہ وار عطیہ" سے غیر مطمئن ہوں۔ لیکن میں ایوان کو بتا دوں کہ میرے مسلمان دوست بھی اس سے مطمئن نہیں ہیں۔ (واہ۔ واہ) کیونکہ اس سے ان کے مطالبہ کی تکمیل نہیں ہوتی۔ جہاں تک میرا اپنا تعلق ہے میں بھی ذاتی طور پر فرقہ وار عطیہ سے مطمئن نہیں ہوں۔ (واہ۔ واہ) پھر میں انفرادی طور پر کہتا ہوں کہ تاوقتیکہ ہم بطور خود اپنی ایک تجویز نہ تیار کر لیں۔ میری خودداری کو کبھی اطمینان نہ ہوگا۔

ایک معزز رکن۔ آپ کے کیا کہنے۔

"مجھے خدائی صفات سے متصف نہ کرو، انسانی کمزوریوں کو پیش نظر رکھو۔ میں اسے کیوں قبول کر رہا ہوں؟ اس کی پچھلی تاریخی تفصیلات میں گئے بغیر میں ایوان کو بتا دوں کہ میں اسے کیوں قبول کر رہا ہوں۔

ہم نے ایک سمجھوتے پر پہنچنے کی ہر امکانی کوشش کی، لیکن تاحال ہم کسی سمجھوتے پر پہنچنے کے قابل نہیں ہو سکے۔ اب وہ (تجاویز) مجھے پسند ہوں یا نہ ہوں میں نے اسے قبول کرنے کی ٹھانی ہے، کیونکہ تاوقتیکہ میں اسے قبول نہ کروں، کسی دستوری تجویز کا امکان نہ ہوگا۔

اس لئے اب برائے مہربانی اس الکار کی گفتگو کو ختم کر دیجئے ——— کیا یہ خالص رنگ و نسل کا سوال ہے؟ کیا یہ خالص زبان کا سوال ہے؟ "نہیں جناب! قلیتوں کا سوال ہے۔ ایک سیاسی امر متنازعہ!

چند مسلم ارکان۔ تہذیب و ثقافت کا سوال بھی ہے۔

کیا ہم دوسرے ملکوں میں اقلیتوں کے مسائل نہیں پاتے؟ اور کیا ان مسائل سے نمٹا اور انہیں حل نہیں کیا گیا؟ ——— اس مسئلہ سے بھی نمٹنا اور اسے حل کرنا ہوگا!

ہو سکتا ہے کہ ایک اقلیت کا مذہب ملک کے دوسرے باشندوں سے ہو، اُن کی زبان علیحدہ ہو، اُن کی نسل جداگانہ ہو، اُن کی تہذیب الگ ہو۔ ان مختلف عناصر۔ ۔۔۔۔ مذہب، تہذیب، نسل، زبان، فنون اور ایسے ہی عناصر کا اتصال مملکت میں اقلیتوں کو ایک جداگانہ وجود کے تحفظات کا متقاضی ہوتا ہے۔ پس یہ ضروری ہے کہ اس سوال کو ایک سیاسی مسئلہ کی طرح نمٹا اور حل کیا جائے نہ کہ گریز کیا جائے۔

اس کے بعد میرے معزز دوست نے ایک نظریہ پیش کیا ہے۔ "پہلے حصول اور پھر تقسیم" میں بڑے ادب سے کہوں گا کہ اس میں بہت بڑا فریب مضمر ہے یہاں حصول اور تقسیم کا کوئی سوال ہی نہیں ہے۔ ہم کوئی قطعۂ زمین تو نہیں حاصل کر رہے اور نہ جان جوکھم میں ڈال کر قسمت آزمائی کر رہے ہیں جس کی حصہ رسدی یا مالِ غنیمت کی تقسیم عمل میں آئے۔ اگر یہ نظریہ صحیح ہے تو مجھے بتایا جائے کہ کیوں مہاتما گاندھی نے پست اقوام کے معاملہ میں مرن برت رکھ کر ہندوستان کے سارے رہنماؤں کی متفقہ رائے اور منظوری کے ساتھ میثاق پونہ کی تکمیل کی تھی؟ (واہ، واہ) اُن سے پہلے حصول اور بعد تقسیم کیوں نہیں کہا گیا۔ (واہ، واہ) مہاتما گاندھی صحیح راہ پر تھے وہ جانتے تھے کہ یہ تمہاری نسل سے خارج کئے ہوئے ہندو ہیں۔ پانچ یا چھ کروڑ ہندو! وہ راستی پر تھے۔ اس میں اُن سے متفق ہوں، میں نے انگلستان میں اُن سے استدعا کی تھی، پہلے تو انہوں نے جواب دیا تھا کہ "نہیں میں ہندوؤں میں تفرقہ نہ ڈالوں گا۔ میں ایسے کبھی قبول نہ کروں گا۔" میں نے دوبارہ استدعا کی۔ مجھے یقین ہے کہ تم نے مہاتما گاندھی کے پاس مسلمانوں سے زیادہ پست اقوام کی وکالت کی ہے۔ پہلے پہل وہ اپنی بات پر سختی سے قائم رہے، لیکن آخر کار انہوں نے حقیقت محسوس کر لی۔ ہیں

اپنے ہندو بھائیوں کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے پست اقوام کے تحفظ کو تسلیم کر کے اور انہیں تحفظات دے کر ان کا دل موہ لیا ہے۔ اور آج بھی وہ ان کے سدھار کے کام میں مصروف ہیں۔

آپ ہمیں بھی ایسی ہی گرمجوشی دکھائیے، ہم سے ہاتھ ملائیے۔ پھر ہم بھی تیار ہیں۔

اب میں اپنی ترمیم پر پہنچتا ہوں۔ جناب معزز قائد ایوان نے مجھ سے بڑی سختی برتی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ وہ قائد حزب اختلاف کی بے لاگ اور دیانتدارانہ ترمیم کو تو سمجھ سکتے ہیں لیکن انہوں نے کہا کہ میری ترمیم مکرو فریب

آنریبل سرایین سرکار (قائد ایوان) — گمراہ کن اور پیچیدہ!

مسٹر جناح۔ انہیں دیکھ کر مجھے اس عدالت خفیفہ کی یاد آتی ہے، جہاں ایک چھوٹا وکیل خراب مقدمہ پا کر فریق ثانی کو گالیاں دینے لگتا ہے۔ بالکل اسی طرح انہوں نے مجھے گالیاں دے کر ابتداء کی۔ انہوں نے مجھے کبھی نہیں بتایا کہ وہ کیوں گمراہ کن، کس طرح پیچیدہ اور کیونکر مکر و فریب سے مملو ہے۔

آنریبل سرکار۔ میں آپ کو تین بج کر تیس منٹ پر بتاؤں گا۔

مسٹر جناح۔ اوہ! ایسی چالاکیاں اس ایوان میں جائز نہ ہوں گی اگر وہ عدالت العالیہ میں جواب دہی کر رہے ہوتے تو اور بات تھی، میں چاہتا ہوں کہ حکومت اپنے تاش کے پتوں کو میز پر ڈال دے اور مجھے بتائے کہ کن وجوہ کی بناء پر میری ترمیم پر فریب گمراہ کن اور پیچیدہ ہے۔

آنریبل سرکار۔ وہی وجوہ جو میں نے بتائے ہیں۔

مسٹر جناح۔ آپ نے نہیں بتائے۔ یہ کہتے کیا ہیں؟ ——— مسٹر جناح

پنے ہندو بھائیوں کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے پست اقوام کے تحفظ کو
لیم کر کے اور انہیں تحفظات دے کر ان کا دل موہ لیا ہے۔ اور آج بھی وہ ان
ے سدھار کے کام میں مصروف ہیں۔

آپ ہمیں بھی ایسی ہی گرمجوشی دکھایئے، ہم سے ہاتھ ملایئے۔ پھر ہم بھی
ار ہیں۔

اب میں اپنی ترمیم پر پہنچتا ہوں۔ جناب معزز قائد ایوان نے مجھ سے بڑی
ختی برتی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ وہ قائد حزب اختلاف کی بے لاگ اور
باشتدارانہ ترمیم کو تو سمجھ سکتے ہیں لیکن انہوں نے کہا کہ میری ترمیم مکروفریب

آنریبل سر این سرکار (قائد ایوان) ــــ گمراہ کن اور پیچیدہ!

مسٹر جناح ۔ انہیں دیکھ کر مجھے اس عدالت خفیفہ کی یاد آتی ہے، جہاں
ایک چھوٹا وکیل خراب مقدمہ پاکر فریق ثانی کو گالیاں دینے لگتا ہے۔ بالکل اسی طرح
انہوں نے مجھے گالیاں دے کر ابتدا کی۔ انہوں نے مجھے کبھی نہیں بتایا کہ وہ کیوں
گمراہ کن، کس طرح پیچیدہ اور کیونکر مکروفریب سے مملو ہے۔

آنریبل سرکار۔ میں آپ کو تین بج کر تیس منٹ پر بتاؤں گا۔

مسٹر جناح ۔ اوہ! ایسی چالاکیاں اس ایوان میں جائز نہ ہوں گی اگر وہ عدالت
عالیہ میں جواب دہی کر رہے ہوتے تو اور بات تھی، میں چاہتا ہوں کہ حکومت
پنے تاش کے پتوں کو میز پر ڈال دے اور مجھے بتائے کہ کن وجوہ کی بناء پر
میری ترمیم پرفریب گمراہ کن اور پیچیدہ ہے۔

آنریبل سرکار۔ وہی وجوہ جو میں نے بتائے ہیں۔

مسٹر جناح ۔ آپ نے نہیں بتائے۔ یہ کہتے کیا ہیں؟ ــــــ مسٹر جناح

کی ترمیم منظور ہوگئی تو کیا ہوگا ؟ انہوں نے کہا۔

وہ بنیاد کو برباد کرنا چاہتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اوپر کی منزل باقی رہے اور ہم سے خواہش کرتے ہیں کہ ہم اس کے دریچے اور شیشے بدل دیں۔

کیا یہی آپ کا جواب ہے؛ کیا آپ نے اپنے مسودہ کا مطالعہ کیا ہے ؟۔ سوائے ایک کے یہاں کوئی ایسی بنیاد ہی نہیں ہے جس کے متعلق کوئی گفتگو کی جائے اور نہ کسی منزل کا نشان ہے۔ اگر کوئی منزل ہے تو وہ صرف زا ممبر کے دریچوں اور شیشوں والی کہانی کی فرضی منزل ہے۔ جائیے ایسی کہانیاں بچوں کو سنائیے! (قہقہہ) یہاں منزل کے قسم کی کوئی چیز نہیں ہے۔ میں ایوان سے اس کی تشریح کروں گا پہلے ہم اس چیز کی تحقیق کر لیں کہ ہم کیا کر رہے ہیں ؛

ہم پہلے صوبوں کے لئے ایک دستور مرتب کر رہے ہیں۔ اسکے بعد مرکزی حکومت کے لئے ایک تجویز مرتب کر رہے ہیں۔ یہ سب نچلی عمارت ہے۔ منزل ہے ہی نہیں۔ مجھے دھمکی دی گئی ہے کہ اگر میری ترمیم کا تیسرا جزو منظور ہو گیا تو سارا مسودہ گر جائے گا۔ لیکن مسودہ بجائے خود کیا ہے۔ جوائنٹ پارلیمنٹری رپورٹ بجائے خود کیا کہتی ہے۔ وہ یہی تو کہتی ہے کہ جیسے ہی یہ مسودہ منظور ہو جائے، یا اس کی منظوری کے فوراً بعد صوبہ وار خود مختاری سب سے پہلے معرض وجود میں آجائے گی۔ لیکن وفاق وجود میں نہ آئے گا۔ اس لئے ممکن ہے دو تین یا پانچ سال درکار ہوں۔

انہوں نے اس رپورٹ اور قرطاس ابیض میں اس کی صراحت کر دی ہے کہ جب صوبہ دار خود اختیاری پر کابل عمل درآمد شروع ہو جائے تو ہو سکتا ہے کہ کچھ مشکلات پیدا ہو جائیں۔ کچھ مشکلات ہوں گی اور کچھ دوسرے اختلافی مسائل ہوں گے

جنہیں سلجھانا ہوگا۔ والیانِ ریاست کی رضامندی حاصل کرنی ہوگی ۔ اور اُسے ممکن الحصول بنانے کے ذرائع دریافت کرنے ہوں گے۔ اور ایسے بہت سے ایسے کام ہو سکتے ہیں جنہیں انجام دینا ہوگا۔

لہٰذا وفاق کا وجود ابھی عدم میں ہے اور پارلیمان کے دونوں ایوان کی رائے کا محتاج ہے اور ان مختلف حالات کا رہین منت ہے ۔ جن سے ابھی عہدہ برا ہونا ہے۔ ان حالات کے تحت میں آپ سے کہتا ہوں کہ اس کو رد کر دیجئے ——— یاد رکھئے کہ میں وفاق کی اس (مرکزی) تجویز پر زور دے رہا ہوں۔ میں ان خاص حالات کے پیدا ہونے تک انتظار کرنا نہیں چاہتا ۔ میں نے ان "خاص حالات" کو اپنی تحقیق کے دوران میں دیکھ لیا ہے ۔ اسی لئے میں کہتا ہوں کہ اسے رد کر دیجئے یہ تجویز بالکلیہ ناقص، اساسی طور پر مجہول اور قطعی ناقابل قبول ہے ۔

پھر مجھ سے کیوں کہا جاتا ہے کہ پُورا مسودہ گر جائے گا؛ یہی میں بھی جاننا چاہتا ہوں۔ خیر میں آپ کو ضرور بتاؤں گا کہ میں کیوں مرکزی تجویز کی مخالفت کرتا ہوں والیانِ ریاست کے اپنے پیش کردہ شرائط اور اصول جو صریحاً برطانوی ہند کے اہم مفادات کے لئے ضرر رساں ہیں، ان کے (وفاق میں) داخلے کو جائز قرار دیتی ہے ۔ شاید یہ سمجھا جائے کہ میں والیان ریاست کا مخالف ہوں، میں کسی شخص کا مخالف نہیں ۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ میں والیان ریاست سے کوئی سروکار نہیں رکھنا چاہتا ۔ میں نے بار بار اس کا اظہار کیا ہے کہ میں کل ہند وفاق کا مخالف نہیں ہوں، اور معزز ہوم ممبر نے بجا طور پر کہا تھا کہ مہاتما گاندھی بھی کل ہند وفاق سے اختلاف نہیں رکھتے ۔ اس سے کیا نتیجہ نکلتا ہے ؟

جب میں یہ کہتا ہوں کہ میں کل ہند وفاق کا مخالف نہیں تو کیا اس کے یہ معنی ہوں گے کہ آپ مجھے ہر ایسی کل ہند وفاقی تجویز کا پابند کر دیں گے۔

جو آپ کی بنائی ہوئی ہو، خواہ وہ کتنی ہی مجہول اور کتنی ہی ناقابلِ فہم کیوں نہ ہو؛ ——— کیا یہی استدلال ہے؛ سوال یہ نہیں ہے کہ آیا ہم کل ہند وفاق سے اختلاف رکھتے ہیں۔ بلکہ سوال یہ ہے کہ اس کل ہند وفاق کی نوعیت کیا ہے؟

میں اس ایوان میں اس کا اظہار کرتا ہوں کہ میں کل ہند وفاق کی ہر ایسی تجویز پر غور کرنے کے لئے تیار ہوں جو میرے خیال میں برطانوی ہند کا مفاد اپنے اندر رکھتی ہو۔ اور اگر وہ اتنی بہتر ہو کر اس کے قابلِ قبول ہونے کا مجھے اطمینان ہو جائے۔ تو اس سے مجھے بڑی مسرت ہو گی۔

میں جانتا ہوں کہ والیان ریاست کے ناقابلِ قبول شرائط کے مدِ نظر کسی ایسے وفاق کی تعمیر ناممکن ہے جو اس کے نام کے شایانِ شان ہو۔ اسی لئے میں کہتا ہوں کہ اس طرح چلنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ ہم چار سال سے اسی طرح چل رہے ہیں۔ ایک طرف والیان ریاست نے اپنا قطعی اور آخری ارادہ ظاہر کر دیا ہے ——— بس اس قدر اس سے زیادہ نہیں، دوسری طرف حکومت برطانیہ اپنے تحفظات پر جمی ہوئی ہے ——— ایک آہنی دیوار! اسی کو قبول کرنا ہوگا ——— میں ان دونوں کے درمیان ہوں، اور تم ان چیزوں کو قبول کر کے اُسے وفاق کا نام دے رہے ہو!

جہاں تک معزز ہوم ممبر کا تعلق ہے میں ان کے ہر اس لفظ کو تسلیم کرتا ہوں جو انہوں نے اپنے خلوص کے بارے میں کہے ہیں، میں ان کی اپیل کی قدر کرتا ہوں اور ان کے اندازِ تکلم اور تاثر کو بھی محسوس کرتا۔ میں ان سب کے لئے ان کا مشکور ہوں میں جانتا ہوں کہ جو کچھ انہوں نے کہا اس پر ان کا ایقان ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ "اسے لے لو اور کر دیکھو" پھر انہوں نے پوچھا۔

"جب چاروں کی طرف تاریکی تھی تو (موسیٰ علیہ السلام) پر کیا گزری
وہ بھی تو تاریکی میں تھے"؟

یہ صحیح ہے، لیکن کیا آج یہاں روشنی ہے؟ کیا اسی کو روشنی کہتے ہیں؛ میں کہتا ہوں کہ موسیٰ (علیہ السلام) ابھی تاریکی ہی میں ہیں۔

آنریبل ہنری کریک۔ میرا مطلب یہ تھا کہ ہم نے نہیں بلکہ کانگریسی جماعت نے شمع گل کر دی ہے۔

مسٹر جناح۔ جب ہوم ممبر کے مفید مطلب ہوتا ہے یا جب حکومت کے مفید مطلب ہوتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ کانگریس سارے ہندوستان کی نمایندگی کرتی ہے، اور جب انہیں موزوں معلوم ہوتا ہے تو وہ کہنے لگتے ہیں کہ کانگریس باغی ہے اور اس ملک کی محض اقلیت ہے۔ میرا کون مقام ہے۔ (چند مسلم اراکین اور باقی ماندہ نشستوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) ان سبھوں کا کیا موقف ہے؟ —— درحقیقت یہ کوئی جائز استدلال نہیں ہے چونکہ میرے چند اہل ملک کہتے ہیں اس لئے تم اس دستور کو ہندوستان میں نافذ کرنا چاہتے ہو اور اسی دلیل کی بنا پر مجھے بھی قبول کر لینا چاہیئے؟ —— کیا میں پلٹ کر تم سے پوچھ نہ بیٹھوں گا کہ مسٹر چرچل، لارڈ لائڈ، سر مائیکل اڈوائر، سر ریجنالڈ کریڈوک اور ایسے ہی دوسرے اشخاص کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے؛ اگر مجھے ان اشخاص کے کہنے پر یقین کرنا پڑے اور میں انہیں سچ مان لوں تو کیا میں یہ کہنے میں حق بجانب نہ ہوں گا کہ:۔

"میں ابھی انگریزوں کا کان پکڑ کر انہیں ہندوستان سے باہر کر دونگا
جس کے بعد سارا قصہ ہی پاک ہو جائے گا۔"

لیکن برطانوی حکومت نے اس دستور کو مجھ پر نافذ کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔

حالانکہ وہ میری طرح پورے طور پر واقف ہے کہ یہ موجودہ دستور سے بھی بدتر ہے نہ کسی صوبہ سے مشورہ لیا گیا اور نہ پوچھا گیا کہ آیا وہ والیان ریاست یا برطانوی حکومت کے مجوزہ شرائط پر ایک وفاقی جزو کی حیثیت سے منسلک رہنے پر تیار ہے؟

میرا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ یہ تجویز ہی ناقابلِ عمل ہے۔ یہ درحقیقت کسی شخص کو بھی مطمئن نہیں کرتی۔ مجھ پر یقین کیجیے، اس کا انجام تلخیوں اور بداندیشیوں پر ہوگا۔ اور نام نہاد وفاقی مقننہ میں تکرار اور رنجشوں پر ہوگا۔ میں والیانِ ریاست سے اس پر غور کرنے کی اپیل کرتا ہوں کیا وہ ایک صحیح حل پر تیار ہیں؛ ان سے ایک اور اپیل —— کیا یہی ذمہ داری ہے جو انہوں نے مرکز کو دی ہے اور جس کو مشروط کر کے وہ وفاق میں شریک ہونے کو تیار تھے؟ والیانِ ریاست نے کہا تھا کہ اگر مرکز کو ایک "حقیقی اور معنوی" ذمہ داری ملے تو بیشک ہم شرکت کے لئے تیار ہیں۔ کیا یہ حقیقی اور معنوی ذمہ داری ہے؟ اس میں اٹھانوے فی صد تحفظات ہیں اور دو فی صد ذمہ داری! میں اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس پہلو پر غور کریں۔ آیئے اب تحفظات پر ایک نظر ڈالیں اور سمیں دیکھیں کہ کیا ہے میں آئین کے مختلف دفعات کی تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔ صرف دو جملوں میں اس کا خلاصہ کردوں گا۔

رزرو بینک، زر، مبادلہ —— بے تعلق

ریلوے بورڈ —— بے تعلق رہن میں پھنسا ہوا۔ اب کیا باقی ہے؟ مالیاتی رسمی خود اختیاری! (قہقہہ) اور کیا رہ جاتا ہے؟

ملکی بچاؤ خارجی معاملات —— وقف

مالیات —— سر سے پیر تک رہن

میں غرق - اب ہمارا موازنہ اور تھوڑا سا پس ماندہ، لیکن اس میں بھی کیا ہے ؛ گورنر جنرل کی خصوصی ذمہ داریاں —— ان کے موازنوں اور اندازوں کے اختیارات —— قانون سازی میں ان کے اختیار مداخلت —— ان کے غیر معمولی اختیارات —— ان کی مخصوص ذمہ داری —— جناب انہوں نے ہمارے لئے کیا چھوڑا ہے ؛ یہ مجلس وضع قوانین آخر کیا کرتی رہے گی ؟

معزز ہوم ممبر نے پوچھا ہے کہ ہم تا چند اس موجودہ حقیر اور ناقابل برداشت دستور پر قناعت کرتے رہیں گے ؛ میں کہتا ہوں کہ میں بھی موجودہ دستور ناقابلِ برداشت ہے، لیکن کیا آپ کو لارڈ ریڈنگ کے الفاظ یاد ہیں ؟

موجودہ دستور میں زیادہ اختیارات ہیں اور وہ دستور جو آپ مجھے اس وقت دے رہے ہیں موجودہ دستور سے زیادہ حقیر اور ناقابل برداشت ہے، لیکن میں جانتا ہوں کہ وہ مجھ سے کیا کہنے والے ہیں —— بلکہ میرا خیال ہے کہ ابھی کسی نے کہا تھا کہ قائد حزب اختلاف مسٹر ونسٹن چرچل کے قدم بقدم چل رہے ہیں اور شاید میرے متعلق بھی یہی کہا جائے کہ میں بھی مسٹر ونسٹن چرچل کی روش اختیار کر رہا ہوں، کیونکہ وہ بھی اس تجویز کو رد کرنا چاہتے ہیں - اس طرح ہم مشترکہ طور پر مسٹر چرچل سے مصافحہ کر رہے ہیں -

آنریبل ہنری کریک - آپ یہی تو کر رہے ہیں -

مسٹر جناح - لیکن پوری بصیرت کے ساتھ کر رہا ہوں -

آنریبل سرکار - آپ کسی لمحہ میں بھی بدل جائیں گے - چرچل کبھی نہیں بدلیں گے

مسٹر جناح - خواہ لا ممبر بدل جائیں یا میں بدل جاؤں - اس کی مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے - مجھے تو اظہار رائے کئے جانا ہے - یہ لمحات بہت نازک اور بہت اہم

ہیں مجھے اپنی رائے ظاہر کرنی ہے اور پوری ذمہ داری سے کرنی ہے۔ شرح و وضاحت
کے ساتھ کرنی ہے۔ لا ممبر کی اس دھمکی کی بھی مجھے کوئی پروا نہیں کہ میرا مسودہ گر
جائے گا۔ حالانکہ وہ اس کے متعلق کچھ نہیں جانتے (قہقہہ) ہندوستان کی پوری
حکومت بھی اس کے متعلق کچھ نہیں جانتی۔ وہ محض بنتے ہیں۔ اور اس سے فائدہ؟
میں ان سے کوئی اپیل نہیں کروں گا۔ جیسا کہ ہوم ممبر نے بجا طور پر کہا ہے
کہ نہ تو اس ملک کی حکومت کو اور نہ ہی اس ملک کے باشندوں کو آخری فیصلے
کا اختیار ہے۔ آخری فیصلہ (برطانوی) پارلیمان کرے گی۔ میں اپنی رائے کا اظہار
پارلیمان ہی کے فائدے کے لئے کر رہا ہوں۔ میں انہیں بتانا چاہتا ہوں کہ میری کیا
رائے ہے۔ جس کے بعد نتائج بھی بھگتنے ہوں گے۔ اب اگر ہوم ممبر نے یہ کہا ہے
کہ "آپ مسٹر چرچل کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنے ہوئے ہیں" تو میرا جواب یہ ہے کہ اگر
آپ ہمارے متعلق غلط فہمی میں رہنا چاہتے ہی ہیں تو رہیں، اگر آپ ہمیں بدنام
کرنا ہی چاہتے ہیں تو یہی سہی۔ ہم مسٹر چرچل سے متفق نہیں ہیں۔ مسٹر چرچل کا
نقطہ نظر یہ ہے کہ میں مرکز میں یہ تجویز ہی نہیں چاہتا۔ میں تو تم سے یہ کہتا ہوں
کہ ہندوستانی رائے کے ساتھ اس کی ساری ہیئت ترکیبی پر نظر ثانی کر کے میرے
ملک میں ایک ذمہ دار حکومت قائم کرو۔ (پرشور تالیوں کی طویل گونج) یہ ہے
وہ فرق ہمارے بارے میں غلط فہمیاں پھیلانے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

جناب! پھر (انگریز کے لفافے) اس ستمبر کے اعلان کی سراسر خلاف ورزی ہوتی ہے
جو وائسرائے نے کیا تھا۔ جو اس وقت لارڈ ارون تھے اور آج لارڈ ہیلی فاکس
ہیں۔ اور جیسا کہ مسٹر شاستری نے کہا کہ انہوں نے اپنے نام کی تبدیلی کے ساتھ اپنے
خیالات بھی بدل دیئے ہیں (قہقہہ) لیکن یہ اُن کا ذاتی اور شخصی اعلان نہیں تھا،
بلکہ ہز مجسٹی کی حکومت کی جانب سے تھا، وہ اعلان کیا تھا؟

"ہز مجسٹی کی حکومت انہیں تجاویز کو پارلیمان میں پیش کرے گی جن کو عام اتفاق کا اعلیٰ ترین معیار حاصل ہو گا۔"

میں آپ کے ضمیر سے پوچھتا ہوں کہ کیا اس کو عام اتفاق کا اعلیٰ ترین معیار حاصل ہے، میرا مطلب ہندوستانی اتفاق رائے سے ہے۔ ہو سکتا ہے کہ قدامت پرستوں کے عام اتفاق کا اعلیٰ معیار اسے حاصل ہو، لیکن اعلان کا یہ مقصد نہیں ہے۔

ہم سے ابتدائی منازل میں کہا جاتا تھا کہ ہم ہندوستان کو مساوی حصہ دار بنانے والے ہیں لیکن جناب! کچھ عرصہ ہوا یہ لفظ "معدوم" ہو گیا ہے۔ کیا حصہ داری کے یہی طور ہیں۔ لفظ حصہ داری اور لفظ تعاون کے معنی ہمارے انگریز دوستوں کے نزدیک یہ تھے: "تم ہمارے کہنے پر چلو تو ———— ہم تمہیں حصہ دار کہیں گے ————"

ہمارے ہر فعل و قول پر سر تسلیم خم کر دو ———— ہم اسے تمہارا تعاون اور خیر اندیشی کہیں گے!" یہ ہے خیر اندیشی! یہ ہے تعاون۔

اس کا خارج از امکان ہونا تو ابتدا ہی سے ثابت تھا۔ اب یہ ایک شر انگیز چکر بن گیا ہے۔ صوبہ دار خود اختیاری، وفاق، پھر مرکز میں ذمہ داری، ایسی ذمہ داری کہ اگر تم اس جزو کو قبول نہ کرو تو نہ مرکزی ذمہ داری باقی رہے گی نہ صوبہ دار خود اختیاری سارا معاملہ ہی دگرگوں ہو جائے گا۔ ایسی ہیئت ترکیبی کس طرح قابل قبول ہو سکتی ہے؟ اسی لئے میں نے اپنی ترمیم کے تیسرے جزو میں واضح اور قطعی طور پر اس کا اظہار کر دیا ہے کہ میں اس تجویز کو قبول نہیں کرتا۔ اور میں ہز مجسٹی کی حکومت سے کہتا ہوں کہ ہندوستانی رائے کے ساتھ اس کی ساری ہیئت ترکیبی پر نظر ثانی کرے۔

میرے دوست مسٹر مودی کہتے ہیں کہ اس منزل پر (حکومت سے) کیوں نہ کہہ

دیا جائے کہ ہم آئین میں یہ تبدیلیاں اور اصلاحات چاہتے ہیں۔ میں اس کا جواب دے سکتا ہوں وہ یہ ہے بلکہ ایوان بھی مجھ سے اتفاق کرے گا۔ کیونکہ اس کا مستند حوالہ موجود ہے کہ ہم نے پہلی گول میز کانفرنس میں جو تجاویز پیش کیں اور جو مشورے دیئے اس کا انجام سیلکٹ رپورٹ کی صورت میں ہوا۔ ہم نے اس میں بہت سے اہم نقاط کو عملاً رد کر دیا تھا۔ دوسری گول میز کانفرنس میں ہم نے دوبارہ اپنی سفارشات پیش کیں۔ اس مرتبہ پہلے سے زیادہ کانٹ چھانٹ ہوئی۔ اس موقع پر خاص بات یہ ہوئی کہ جہاں وہ سمجھتے کہ ہماری مجوزہ رائیں ہمیں کسی قدر فوقیت دے رہی ہیں یا منفعت پہنچا رہی ہیں تو اس کے ساتھ وہ بڑی حزم و احتیاط سے ایک نہ ایک تحفظ وضع کر کے اس طرح چسپاں کر دیتے تھے، کہ تھوڑی بہت افادیت جو ہمیں پہنچ سکتی تھی وہ مفلوج ہو کر رہ جاتی تھی۔

تیسری کانفرنس سب سے گئی گزری تھی۔ اس کے بعد جوائنٹ پارلیمنٹری کمیٹی کی تشکیل عمل میں آئی۔ چند ہندوستانی حضرات اس کمیٹی سے اشتراک عمل کر رہے تھے۔ میں ایک لمحہ کے لئے بھی اس کا تصور نہیں کر سکتا۔ کہ وہ محبِ وطن نہیں تھے۔ وہ ایسے اشخاص تھے جن کی میں عزت کرتا ہوں، خواہ میرا ان کا کتنا ہی اختلاف کیوں نہ ہو۔ انہوں نے وہاں امکانی کوشش کیں۔ آخر کار جب ان کی ساری کوششیں ناکام ہوئیں تو انہوں نے ایک یادداشت مرتب کی۔ جس میں ہندو، مسلمان، پارسی اور دوسرے فرقوں نے متفقہ طور پر کہا تھا کہ کم از کم ان اصلاحات کو روبہ عمل لایا جائے۔ یہ اصلاحات اعتدال پسندی کی ایک مثال تھے، لیکن ان کا کیا انجام ہوا؟ آج وہ مشترکہ یادداشت کہاں ہے؟ ردی کی ٹوکری میں!

کچھ تحفظات کے بارے میں —— یہ کہا جاتا ہے، بلکہ میرا خیال ہے کہ معزز لا ممبر نے کہا ہے کہ —— یہ تحفظات کبھی استعمال نہیں کئے

جائیں گے جناب! اس وقت میرے سامنے وزیر ہند کی تقریر موجود ہے میں اسے سنانا نہیں چاہتا۔ لیکن اس میں وزیر ہند نے کہا ہے کہ یہ تحفظات استعمال کیے جائینگے بلکہ وہ کہتے ہیں ——— "یاد رکھو ان کی پشت پر کیا ہے، حکومت کا سارا کارخانہ اور ساری فوج ہمارے پیچھے ہے۔ یہ تحفظات ضرور استعمال کیے جائیں گے"۔

پھر یہ کہنے سے کیا حاصل کہ تحفظات کا استعمال نہ ہوگا۔

ایک اور امر جسے میں ظاہر کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ سر جوزف بھور نے ایک اپیل کی ہے، یہ ایک شخصی اور انفرادی اپیل ہے۔ میں ان کی بڑی عزت کرتا ہوں اور ان کی رائے کو وقیع سمجھتا ہوں۔ انہوں نے کہا ہے کہ اس تجویز کو کامیاب بنانا چاہیئے۔ خیر یہاں تک بھی غنیمت تھا، لیکن انہوں نے ابراہیم لنکن کا بھی حوالہ دیا ہے جو ایک بلند خیال اور عظیم المرتبت محب وطن تھا، جب انہوں نے ابراہیم لنکن کا حوالہ دیا تو مجھے شیطان کا انجیل کا حوالہ دینا یاد آگیا۔ انہوں نے انجیل ختم نہیں کی۔ کیا ابراہام لنکن کے فرمودات اس عہد کا ماحول، اس کے پیش نظر حالات اور ہمارا ماحول اور ہمارے واقعات پیش نظر میں کوئی مطابقت پائی جاتی ہے؟

جہاں تک صوبہ واری تجاویز کا تعلق ہے وہ بلاشک وشبہ حال سے زیادہ ترقی کا فہم ترقی یافتہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ میں اسے ایک امتیاز دینا چاہتا ہوں، میں اجمالی طور پر بتاؤں گا کہ وہ کس حد تک ترقی پذیر ہیں، سب سے پہلے حق رائے دہی پھر انتخاب کنندگان اور رائے دہندگان کی توسیع، یہی دستور کا سنگِ بنیاد ہوتا ہے میری تحقیق میں یہ ترقی ہے۔ تمہاری صوبجاتی کابینہ منتخب اراکین پر مشتمل ہوگی اور مقننہ کو جواب دہ ہوگی۔ صوبہ واری دستور کا یہ ڈھانچہ یقیناً ایک ترقی ہے۔

لیکن اس کے ساتھ ہی اس کے بعض خدوخال قابلِ اعتراض ہیں۔ جن کی میں نے نشاندہی کر دی ہے اور جو ایوان ثانی اور گورنر کے اختیارات پر مشتمل ہیں

میں آپ سے کہتا ہوں کہ ان اصلاحات کو رو بہ عمل لائیے۔ اگر آپ یہ اصلاحات رو بہ عمل لا سکے ———— "

مسٹر بھولا بھائی ڈیسائی۔ میں نے اس کی طرف دیکھا ہے لیکن اسے نفرت انگیز پایا ہے۔

مسٹر جناح۔ وہ کہتے ہیں "میں اسے دوبارہ نہ دیکھوں گا۔ میں اس سے ہزار بار بیزار ہو چکا ہوں" اور دوسری طرف میں کہتا ہوں کہ :-

"ہاں! میں نے اس (پیشکش) کی تحقیق کی ہے۔ جہاں تک صوبہ جات کا تعلق ہے یہ خراب ہے۔ اور مرکزی تجویز تو قطعی ناقص ہے۔ بہر حال میں یہیں نہیں رُک جاتا بلکہ تمہیں اس کی تردید میں ایک تجویز دیتا ہوں" کیونکہ میرا فرض ایک قطعی نفی کا خوگر ہونا نہیں ہے ———— تم کہو گے :- "پھر تم کیا چاہتے ہو"؟

موسیٰ (علیہ السلام) ہمیشہ تاریکی میں رہنا نہیں چاہتے۔ موسیٰ (علیہ السلام) تم سے کہتے ہیں کہ تم نے یہ حل پیش کیا ہے۔ اس کو لے کر آگے بڑھو۔ صوبہ داری تجویز کی اصلاح کرو۔ مرکزی تجویز کو رد کر دو، اور اس کی ساری ہیئت ترکیبی پر ہندوستانی رائے کے ساتھ اس مقصد سے نظرِ ثانی کرو کہ برطانی ہند میں ایک کامل ذمہ دار حکومت قائم کرنا ہے۔ (تالیاں)

۱؎ گول میز کانفرنس کی کارروائیوں میں مسٹر جناح نے جوش و خروش کے ساتھ حصہ لیا تھا ۔

۲؎ یعنی حامی وفاق،

۳؎ گول میز کانفرنس نے دستوری معاملات پر غور کرنے کے لئے متعدد ذیلی کمیٹیاں بنا دی تھیں، چنانچہ مسئلہ وفاق پر غور کرنے کے لئے جو کمیٹی بنی تھی اس کے

صدر لارڈ سینکے تھے، اور ممبران میں مسٹر جناح بھی تھے۔
لارڈ سینکے اور دوسرے ممبروں کے ذہن میں جو وفاق تھا، وہ مسٹر جناح کے وفاق سے بالکل جداگانہ حیثیت رکھتا تھا، چنانچہ انہوں نے اپنی تقریر میں اس کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں جس پر لارڈ سینکے تلملا گئے۔ اور انہوں نے کہا، "مسٹر جناح آپ نے ہمارے سارے کئے کرائے پر پانی پھیر دیا۔"

۴ے سر ہنری کریک پہلے حکومت ہند کے ہوم ممبر تھے۔ پھر پنجاب کے گورنر بنے ان کا شمار نہایت قابل اور ممتاز آئی سی ایس حضرات میں ہوتا تھا۔

۵ے علی گڑھ کے گریجویٹ تھے، مراد آباد وطن تھا۔ زیادہ تر سرکار کا ساتھ دیتے تھے، لیکن کبھی کبھی قوم پرور رہنماؤں کا ساتھ بھی دے جاتے تھے۔ کئی برس تک مرکزی اسمبلی کے نائب صدر رہے۔ ایک آدھ مرتبہ وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کے ممبر بھی کچھ عرصہ کے لئے رہے، پھر ریاست حیدرآباد میں مشیر اصلاحات ہو کر گراں قدر مشاہرے پر چلے گئے، وہیں انتقال ہوا۔

۶ے مسٹر بھولا بھائی ڈیسائی مرکزی اسمبلی میں کانگریس پارٹی یعنی حزب اختلاف کے قائد۔
نہایت نیک اور شریف آدمی تھے، مساوات کی بنیاد پر انہوں نے ۱۹۴۴ء میں لیاقت علی خاں سے سمجھوتہ کر لیا تھا، جس پر ولبھ بھائی پٹیل نے طعنہ دیا۔ "تم نے ہندوؤں کو فروخت کر دیا"۔ اس جرم میں انہیں نئے انتخابات کے وقت ممبری کے لئے کانگرس کا ٹکٹ تک نہ ملا۔ کانگرسی لیڈروں کے برتاؤ سے یہ اتنے دل برداشتہ ہوئے کہ اسی غم میں دنیا سے گزر گئے۔

۷ے کمیونل اوارڈ میں اچھوتوں کو جداگانہ حق نیابت دیا گیا تھا۔ اس موقع پر گاندھی جی جیل میں تھے۔ انہوں نے مرن برت رکھنے کا اعلان کر دیا کہ اس طرح

تو ہندو قوم ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی۔ سر سپرو نے اچھوت لیڈر ڈاکٹر امبیدکر کو سبز باغ دکھا کر جداگانہ انتخاب سے دستبردار ہونے پر آمادہ کر لیا، جسے برطانوی وزیرِاعظم نے بھی مان لیا اور طوفان ٹل گیا۔

۸ حکومت ہند کے لا ممبر۔

۹ سر ہومی مودی، پارسی لیڈر، سینٹرل بینک آف انڈیا، اور بینک آف انڈیا کے ڈائرکٹر۔ کانگرس کے ساتھی۔ جس کا صلہ یہ ملا کہ آزادیٔ ہند کے بعد یو پی کے گورنر بنا دیئے گئے۔

۱۰ سر جوزف بھور، عیسائی لیڈر جو وائسرائے کی اگزیکٹو کونسل کے ممبر تھے۔ شریف اور مرنجان مرنج قسم کے آدمی تھے۔ بعد میں نواب صاحب بھوپال نے اسی تنخواہ پر جو حکومت ہند سے ملتی تھی اپنا مشیر بنا کر بھوپال بلا لیا۔ جہاں اُن کے انتقال کے وقت تک رہے۔

۱۱ کانگرس کے ذہین اور قابل لیڈر، عین عالمِ جوانی میں انتقال ہو گیا۔
ع۔ خوش درخشید ولے شعلۂ مستعجل بود

سنہ ۱۹۳۶ء

جب قائداعظم نے مایوس ہو کر نعرہ لگایا :-

ملّتِ مارا اساسِ دیگر است

جب قائدِ اعظم کانگریس سے کہہ رہے تھے :-

تو چشم بستی و گفتی کہ ایں جہاں خواب است
کشائے چشم کہ ایں خواب، خوابِ بیداری است

مسلم لیگ کی تجدید و احیا کے موقع پر قائد اعظم کی تقریر!

ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا

۱۲ اپریل ۱۹۳۶ء

ایک طویل مدت گزر گئی!

صد سالہ دورِ چرخ تھا ساغر کا ایک جام

ہندوستان کی سیاست پلٹے کھاتی رہی، سائمن کمیشن آیا اور گیا، نہرو رپورٹ مرتب ہوئی، منظور ہوئی اور دریا برد ہو گئی سول نافرمانی کی تحریکیں شروع ہوئیں، ملتوی ہوئیں اور واپس لے لی گئیں، مسٹر جناح سیاستِ وطن سے بددل ہو کر ترکِ وطن کرکے لندن چلے گئے اور وہاں پریکٹس شروع کر دی، ـــــــ ۱۹۲۸ء سے لے کر ۱۹۲۵ء تک یہ کچھ ہوا۔

لیکن حالات نے پھر پلٹا کھایا، مسٹر جناح کو، ان کے عقیدت مندوں، دوستوں اور قدر شناسوں نے اصرار کرکے واپس بلا لیا، ان سے اپیل کی کہ اگر وہ اپنی قوم سے محبت رکھتے ہیں تو واپس آ جائیں - اور اس ڈوبتی ہوئی ناؤ کو کنارے لگائیں، مسلمان کبھی اتنے پراگندہ اور منتشر نہ تھے جتنے آج ہیں، نہ انگریز ان کی پرواہ کرتے ہیں، نہ ہندوؤں کی نظروں میں وہ کوئی وقعت رکھتے ہیں، اگر انہیں منظم نہ کیا گیا تو وہ مٹ جائیں گے، غلام بنا لئے جائیں گے۔

یہ اپیل کارگر ہوئی اور مسٹر جناح واپس آ گئے، واپس آنے کے بعد انہوں نے لیگ میں نئی زندگی پیدا کرنے کی کوشش کی، چنانچہ ان کے حسبِ ایما اپریل ۱۹۳۶ء میں لیگ کا سالانہ اجلاس بمبئی میں طلب کیا گیا۔

سر کریم بھائی ابراہیم (بیرونٹ) مجلس استقبالیہ کے صدر تھے، صدرِ اجلاس

سرو زیر حسن اور روح رواں مسٹر جناح۔
اس اجلاس میں، آئین ہند سے متعلق ایک تجویز کی تحریک کرتے ہوئے مسٹر جناح نے جو تقریر کی اس سے ان کے تیور اور عزائم کا اظہار ہوتا ہے۔

رئیس احمد جعفری

قائداعظم نے فرمایا، اس آئین (انڈیا ایکٹ ۳۵ء) سے:
ہمیں صرف دو فی صدی ذمہ داری حاصل ہوتی ہے، اور بقیہ کے متعلق مکمل اختیار گورنر جنرل کو عطا کیا گیا ہے۔ گول میز کانفرنس میں ہندو مسلم سمجھوتے کے متعلق جو کوشش کی گئی تھی، اس کا ذکر کرتے ہوئے مسٹر جناح نے فرمایا آزادی کے لئے جدوجہد کرنے کے قبل مسلمانوں نے اقلیت میں ہونے کے باعث ہندوؤں سے صرف اپنے چند حقوق کے تحفظ کا مطالبہ کیا تھا ہندوستانیوں کو یہ مشورہ کہ جس طرح جرمن صلح نامہ ورسیلز کے ساتھ پیش آئے اور اسی طرح ہندوستانیوں کو بھی اس آئین کے ساتھ پیش آنا چاہئے لیکن کیا ہم بغاوت کر دیں؟ نہیں یہ ناممکن صورت ہے، ترک موالات میں ہم لوگوں کو ناکامی ہو چکی ہے) اب صرف آئینی جنگ باقی رہ جاتی ہے، لیکن اس کے لئے یہ ضرورت ہے کہ ہر جماعت متفق الرائے ہو جائے اور پہلو بہ پہلو ہو کر کام کرے۔ کانگرس بغیر مسلمانوں کی امداد کے اپنے مقصد میں ہرگز ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتی ہے۔ لیکن جہاں تک ہمارا تعلق ہے، ہمیں چاہیے کہ اپنی تنظیم کر کے آزادی کے لئے قدم آگے بڑھائیں، اگر ہم کامیاب ہوئے تو کانگرس کو مجبوراً سر تسلیم خم کرنا ہوگا۔

ظلام بحر میں کھو کر سنبھل جا!
تڑپ جا پیچ کھا کھا کر بدل جا!
نہیں ساحل تری قسمت میں اے موج!
ابھر کر جس طرف چاہے نکل جا

اقبال

سنہ ۱۹۴۷ء

جب قائدِ اعظم نے برطانوی جمہوریت کے خلاف پرچمِ جہاد بلند کیا۔

جب قائدِ اعظم نے مسلمانوں کے جداگانہ قوم ہونے کا اعلان کیا ۔

جب قائدِ اعظم نے مسلمانوں کو خود اعتمادی کا درس دیا۔

ترکِ شبنم بہر تسخیر یم است

لکھنؤ کے تاریخی اجلاس کا خطبۂ صدارت

۱۵ اکتوبر سنہ ۱۹۳۷ء

مسلم لیگ کے سالانہ جلسہ میں قائداعظم کا خطبہ!

اس خطبہ میں ان مظالم پر روشنی ڈالی گئی ہے جو کانگریسی وزارتوں نے انگریز گورنروں اور گورنر جنرل کی پشت پناہی کے بل پر مسلمانوں کے ساتھ روا رکھے تھے۔ لیگ کا یہ اجلاس لکھنؤ میں ہوا تھا، لیگ کی تنظیم نو اور احیاء کا سلسلہ یہیں سے شروع ہوتا ہے۔ لیگ نے آزادی کامل کی تجویز یہیں منظور کی تھی۔

رئیس احمد جعفری

خواتین وحضرات! آل انڈیا مسلم لیگ کی گزشتہ تیس سالہ زندگی میں یہ اجلاس بے حد اہم اور نہایت ضروری ہے۔

جس پروگرام اور پالیسی کی تشکیل کے لئے آپ کو دعوت دی گئی ہے اس پر مسلمانان ہند اور ملک کے مستقبل کا انحصار ہے۔ مسلم لیگ نے اپنے اجلاس منعقدہ ۱۲ اپریل سنہ ۱۹۳۶ء کو اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ رابطہ عوام کی پالیسی اور پروگرام کو اختیار کیا تھا۔ لیگ نے رفتار زمانہ اور حالات گردوپیش کا جائزہ لیتے ہوئے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ سنہ ۱۹۳۵ء کے مطابق صوبجاتی آئین کے انتخابات کے متعلق یہ فیصلہ کیا تھا۔ اگرچہ یہ آئین قطعی طور پر غیر تسلی بخش ہے تاہم اس سے حتی الوسع بہرہ اندوز ہونے کی کوشش کی جائے۔ چنانچہ اس ضمن میں یہاں پر ۱۲ اپریل سنہ ۱۹۳۶ء کی منظور شدہ قرارداد کو بجنسہٖ پیش کرتا ہوں:۔

"اس ملک میں آئین جدید کے مطابق جو پارلیمنٹری طرز حکومت رائج کیا جاتا ہے

اُس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے مطابق ایسی جماعتیں معرضِ وجود میں آجائیں جن کی پالیسی اور پروگرام معین ہو اور وہ حلقہ ہائے انتخاب کے سیاسی رجحانات کو ایک خاص سانچے میں ڈھال دے۔ اور متقارب اغراض و مقاصد کی جماعتوں کے درمیان تعاون پیدا کر کے دستورِ حکومت کو حتی الامکان ملک کے لئے مفید بنا دے۔ اور چونکہ مسلمانوں کی تقویت و استحکام اور صوبجاتی حکومتوں میں مناسب و مؤثر حصہ حاصل کرنے کے لئے ان کی ایسی جماعتی وحدت ضروری ہے جو کسی ترقی پسندانہ پروگرام کی حامل ہو۔ لہٰذا ان خیالات کے پیشِ نظر یہ فیصلہ کیا جاتا ہے کہ آنے والے صوبجاتی انتخابات میں انتہائی سرگرمی اور جد و جہد کے ساتھ شرکت کی جائے۔ چنانچہ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے مسٹر جناح کو یہ اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی صدارت میں ایک ایسا مرکزی انتخابی بورڈ قائم کریں جس کے ممبروں کی تعداد ۳۵ سے کم نہ ہو اور اس کو یہ اختیار حاصل ہو کہ وہ مختلف صوبجات میں صوبجاتی انتخابی بورڈوں کی تشکیل کے ساتھ ہی مرکز کے ساتھ ان کا الحاق بھی کر سکے۔ اور ہر صوبے کے مخصوص حالات کے مطابق مندرجہ صدر مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے مناسب ذرائع اور وسائل تجویز کیے جائیں۔"

اس فیصلہ کے مطابق جون ۱۹۳۶ء میں مسلم لیگ کا ایک سنٹرل پارلیمنٹری بورڈ معرضِ وجود میں آگیا اور لیگ کی قرار دادِ ہدایات کے مطابق مختلف صوبجات میں صوبجاتی بورڈ قائم ہو گئے، لیکن کسی سابقہ تیاری اور موجودہ تنظیم کی عدم موجودگی کے باعث اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا کوئی آسان کام نہ تھا۔ اور بالخصوص ایسے حالات میں صوبجاتی انتخابات میں مقابلہ کرنا بھی بیحد دشوار تھا جبکہ مسلمان بحیثیت تعداد اقلیت میں ہونے کے ساتھ ہی تعلیمی اعتبار سے پس ماندہ اور اقتصادی لحاظ سے بالکل ناکارہ اور ناقابلِ ذکر ہوں۔ ان کی

معاشرتی اور اقتصادی اصلاح پر کبھی توجہ نہ کی گئی ہو اور ہمارے مقابلے میں ملک کی ہمسایہ
اقوام ایک باقاعدہ پروگرام کے ماتحت تنظیم و ترقی کی بے شمار منازل طے کر چکی ہوں۔
اور بالخصوص ہندو قوم اکثریت میں ہونے کے ساتھ ہی تربیت، ضبط، تعلیم، تجارت اور مالی
اعتبار سے بہت آگے نکل چکی ہو۔

لیکن یہاں پر میں اس بات کا ذکر کر دینا نہایت ضروری خیال کرتا ہوں کہ انتخابات
کے اختتام سے قبل چھ ماہ کا کام باعتبار نتائج بیحد حوصلہ افزا ثابت ہوا اس لئے ہمیں
مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔ ان تمام صوبجات میں جہاں پارلیمنٹری بورڈ اور لیگی پارٹیاں
بنائی گئی تھیں وہاں پر کم و بیش ساٹھ تا ستر فیصدی لیگی امیدوار کامیاب ہو گئے۔ اور انتخابات
کے اختتام کے بعد میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ مدراس سے لے کر شمال مغربی سرحدی صوبے
تک اب ہر صوبے میں ڈسٹرکٹ لیگیں قائم ہو چکی ہیں۔ گزشتہ اپریل سے مسلمانان ہند بہ تعداد
کثیر لیگ کے گرد جمع ہو رہے ہیں اور مجھے اس بات کا یقین ہے کہ جونہی انہوں نے مسلم لیگ
کی پالیسی اور پروگرام پر متفق ہو کر اسکے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں گے، مسلم لیگ ہندوستان
کے لئے مکمل نیشنل ڈیموکریٹ سیلف گورنمنٹ (قومی و جمہوری حکومت
خود اختیاری) کی طلبگار ہے۔ نادان و نافہم عوام کے استعمال کے لئے مختلف النوع
ترکیبات۔ مثلاً پورنا سوراج، حکومتِ خود اختیاری، مکمل آزادی، ذمہ دار حکومت، آزادی
کا خلاصہ اور استمراری درجہ وغیرہ کی اصطلاحات استعمال کی جا رہی ہیں، بعض ایسے لوگ
بھی ہیں جو مکمل آزادی کا ذکر کر رہے ہیں۔ لیکن گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کو ہاتھ
میں لے کر مکمل آزادی کا تذکرہ بیکار ہے۔ جو لوگ زیادہ شدت کے ساتھ مکمل آزادی
کا ذکر کر رہے ہیں وہی فی الحقیقت اس سے ناآشنا ہیں۔ کیا گاندھی ارون معاہدہ مطالبۂ مکمل
آزادی کے مطابق تھا؛ کیا صوبجاتی آئین پر عمل پیرا ہونے اور وزارتوں کو قبول کرنے سے
قبل جو وعدے لئے جا رہے تھے وہ پورنا سوراج کے مطابق تھے؟ اور جب حکومت نے

یہ یقین نہ دلایا تو کیا عہدوں کو قبول کرنے اور اس صوبجاتی دستور پر عمل پیرا ہونے کی قرارداد جس کو حکومت برطانیہ نے تیار کر کے شاہی اقتدار کے بل پر اہلِ ہند پر مسلّط کر دیا تھا کانگرس پارٹی کے پروگرام۔ پالیسی اور اعلان کے مطابق تھا؟ کیا آئین کو تباہ کرنے کا مطلب اس پر عمل پیرا ہونا ہے؟ اس قسم کے کاغذی اعلانات، نعرے اور دعوے ہمیں کہیں بھی نہ لے جائیں گے ہندوستان کے لئے ایک کامل متحدہ محاذ اور دیانت مقصد کی ضرورت ہے اور اس کے بعد جب عوام کی حکومت عوام کے ذریعہ سے اور عوام کے لئے ہوگی۔ تو اس کے نام کے متعلق ہمیں چنداں متفکر ہونے کی ضرورت نہیں۔ نام خواہ کچھ بھی ہو ہمیں تو کسی ایسے ہی نظامِ حکومت کی ضرورت ہے۔

کانگرس کے موجودہ لیڈروں نے خاص کر گزشتہ دس سال کے اندر ایسی ہندو واتر پالیسی اختیار کی ہے۔ جو مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان اختلاف پیدا کرنے کے لئے ذمہ دار ہے اور جب سے ہندوستان کے چھ صوبوں کے اندر انہوں نے اپنی اکثریت کی بنا پر حکومتیں قائم کی ہیں انہوں نے اپنے قول، فعل اور پروگرام سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ ہرگز عدل و انصاف سے کام نہیں لیں گے۔ جہاں کہیں وہ اکثریت میں ہیں اور جہاں کہیں انہیں یہ مفید معلوم ہوا انہوں نے مسلم لیگی پارٹیوں کے ساتھ تعاون سے انکار کر دیا۔ اور ان سے غیر مشروط حوالگی اور ان کے مرتبہ معاہدات پر دستخط کرنے کا مطالبہ کیا۔

کانگرس کا مطالبہ یہ تھا کہ اپنی پارٹی کو توڑ دو۔ اپنی پالیسی اور پروگرام کو ترک کر دو اور مسلم لیگ کا بالکل خاتمہ کر دو[1]۔ اور جہاں انہوں نے صوبہ سرحد کی طرح یہ محسوس کیا کہ ان کی اکثریت موجود نہیں تو وہاں پر اجتماعی ذمہ داری کا مقدس اصول غائب ہو گیا اور کانگرس پارٹی کو کسی دوسری جماعت کے ساتھ تعاون کی اجازت دے دی گئی[2] اگر کسی مسلمان نے منفرداً اپنے آپ کو کانگرس پارٹی کے حوالے کر کے اس کے عہد نامہ پر دستخط کر دیئے تو اس کو وزارت کا عہدہ عطا کر کے مسلمان وزیر کی حیثیت سے دکھایا گیا[3] حالانکہ

ایسے مسلمانوں کو اسمبلی کے مسلمان نمائندوں کی اکثریت کا اعتماد و اعزاز ہرگز حاصل نہ تھا ایسے لوگوں کو اُن کی "وفادارانہ" خدمات غیر مشروط حمایتی اور کانگرسی معاہدات پر غیر مشروط دستخط کرنے کے صلے میں مسلم وزراء کی حیثیت سے پیش کیا جاتا ہے۔ اور ان کو اُن کی غداری کے مطابق معاوضہ بھی دے دیا جاتا ہے۔ ہندی تمام ہندوستان کی قومی زبان ہوگی،[4] بندے ماترم اس کا قومی ترانہ ہوگا[5] اور اس کو جبراً ہر جگہ مسلط کیا جائے گا۔ ہر کس و ناکس کو کانگرسی جھنڈے کی تعظیم و تکریم کرنی پڑے گی۔[6] ان قلیل و بے بضاعت اختیارات و ذمہ داری کی ابتدائی منزل میں ہی ہندوؤں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہندوستان ہندوؤں کے لئے ہے اور صرف کانگرس ہی ایک ایسی جماعت ہے جس نے قومیت کا بہروپ بھر لیا ہے۔ لیکن ہندو مہاسبھا بالکل بے نقاب ہو گئی ہے۔ میں یہ نہایت زور کے ساتھ بتا دینا چاہتا ہوں کہ کانگرس کی اس پالیسی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جماعتی نفرت اور فرقہ وارانہ فسادات کے لئے سازگار حالات پیدا ہو کر برطانوی ملوکیت کی گرفت مضبوط تر ہو جائے۔ میں نہایت جرأت کے ساتھ یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ اس باب میں حکومت برطانیہ کانگرس کو کھل کھیلنے کی اجازت دے دے گی اور یہ کچھ اس کے لئے کوئی بڑی بات بھی نہیں۔ بلکہ بیحد مفید ہے بشرطیکہ اس کے ملوکانہ اقتدار و مفاد پر کوئی اثر نہ پڑے اور اس کا حفاظتی نظم و نسق بدستور برقرار رہے۔ لیکن میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ جس وقت کانگرس نے اہلِ ہند کے اندر زیادہ سے زیادہ اختلافات پیدا کر کے متحدہ محاذ کا کوئی امکان نہ چھوڑا تو انجام کار ایک نہایت خوفناک ردِ عمل شروع ہو جائے گا۔

یہاں پر یہ ذکر کر دینا بھی بے محل نہ ہوگا کہ اس قسم کی پالیسی سے جو تباہ کن نتائج پیدا ہوں گے اُن کی ذمہ داری سے حکومت برطانیہ بھی اپنے آپ کو بری الذمہ قرار نہ دے سکیگی یہ نہایت واضح طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ آئین کے ماتحت گورنروں اور گورنر جنرل کو اقلیتوں کی حفاظت کے لئے جو خاص ذمہ داری عطا کی گئی تھی وہ اسکے استعمال میں نہایت بری طرح

ناکام رہے ہیں۔ اور مسلم وزراء کے تقرر کے معاملہ میں بھی وہ دستور حکومت اور حکومت برطانیہ کی خاص ہدایات کی خلاف ورزی میں کانگرس کے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔[8] حالانکہ جس وقت کانگرس پارٹی نے گورنروں کے مخصوص اختیارات کے استعمال کے متعلق حکومتِ برطانیہ سے یہ وعدہ حاصل کرنے کی کوشش کی کہ انہیں استعمال نہیں کیا جائے گا تو اس وقت وزیرِ ہند لارڈ زیٹ لینڈ نے ان اختیارات کے استعمال اور اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت پر بطور خاص زور دیا تھا۔[9] اسکے برعکس وہ مسلمانوں کو بطور مسلمان وزراء مقرر کرنے میں کانگرس کے ساتھ برابر کے شریک ہیں حالانکہ انہیں اس بات کا علم ہے کہ اسمبلیوں کے اندر یا باہر مسلمان نمائندوں کی حیثیت سے انہیں کوئی عزت حاصل نہیں۔ اگر اقلیتوں کی حفاظت کے لئے حکومت برطانیہ کی اختیار کردہ مقدس ذمہ داری کی انجام دہی میں گورنر بالکل بے بس اور نااہل ثابت ہوئے ہیں تو کیا ایسے سینکڑوں معاملات میں جو عوام کے علم میں نہیں آئیں گے یا اسمبلیوں اور روز مرہ کے نظم و نسق میں ان کے متعلق کسی کو علم بھی نہیں ہوگا وہ حفاظت کے فرائض انجام دے سکیں گے؟ اس معاملہ میں حالاتِ زمانہ ہمیں کسی اور طرف اشارہ کر رہے ہیں میں چاہتا ہوں کہ مسلمان ناخوشگوار سبق کو بہت جلد سیکھ لیں کہ ان حالات میں ان کا راستہ بالکل صاف ہے۔ انہیں یہ محسوس کر لینا چاہیئے کہ انہیں اپنے آپ کو باقی ہر قسم کے خیالات سے خالی الذہن ہو کر یکسوئی کے ساتھ منظم کرنے اور اپنی تمام قوتوں کو ایک مرکز پر لانے کا وقت آ گیا ہے۔ میں اس سے قبل یہ اشارہ کر چکا ہوں کہ مسلمان باہم منقسم ہیں اور ان میں ایک ایسی جماعت موجود ہے جو اپنی نجات کے لئے حکومت برطانیہ کے سہارے کی منتظر ہے۔ اگر اب بھی انہیں تلخ تجربات سے سبق حاصل نہیں ہوا تو وہ اس کے بعد کبھی بھی بیدار نہ ہو سکیں گے۔ خدا انہیں کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کر سکیں۔ ایک دوسری جماعت وہ ہے جو کانگرس سے امداد و حمایت کی طلبگار ہے ان کے اس خیال کی وجہ یہ ہے کہ اُسے اپنی ذات پر کوئی اعتماد نہیں رہا۔ میں چاہتا ہوں کہ مسلمان اپنے اوپر اعتماد کرنا اور اپنی تقدیر کو اپنے ہاتھ میں لینا سیکھیں

ہمیں ایسے راسخ العقیدہ، اہلِ ہمت اور اصحابِ عزم کی ضرورت ہے جو اپنے معتقدات کی حفاظت کے لئے تمام دنیا کے مقابلے میں تن تنہا ڈٹ جانے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہوں ہمیں طاقت اور عزم پیدا کرنا چاہیئے اور یہ طاقت و عزم مسلمانوں کے باہمی انضباط، اتحاد اور وحدت کے بغیر حاصل نہ ہو سکے گا۔

چونکہ کسی صاحبِ اختیار ہندو لیڈر کی طرف سے مفاہمت کے لئے کسی مخلصانہ خواہش اور دلچسپی کا اظہار نہیں ہو رہا اس لئے ہندوؤں کے ساتھ کسی سمجھوتے کا کوئی امکان نہیں معزز مفاہمت صرف مساوی الحیثیت جماعتوں کے درمیان ہی ممکن ہو سکتی ہے اور جب تک فریقین میں باہمی عزت اور احترام کا جذبہ پیدا نہ ہو کسی مفاہمت کے لئے کوئی ٹھوس زمین تیار نہیں ہو سکتی۔ کمزور فریق کی طرف سے دعوت مصالحت کا مطلب ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ اس کو اپنی کمزوری اور ضعف کا اقرار ہے اور وہ فریق ثانی کے غضب و سلب کا تختۂ مشق بننے کے لئے تیار ہے۔ حبِ وطن، عدل، انصاف اور مروت کی تمام اپیلیں بے اثر ثابت ہوتی ہیں۔ اس مسئلہ کو سمجھنے کے لئے کسی خاص سیاسی شعور کی ضرورت نہیں کہ جب تک تحفظات و مفاہمت کی پشت پر طاقت موجود نہیں ہو گی وہ محض کاغذ کے پرزے ثابت ہوں گے۔ سیاسیات کا مطلب طاقت ہے اور یہ نہیں کہ عدل، انصاف اور مروت کی فریادوں پر بھروسہ کیا جائے۔ آپ اقوامِ عالم اور ان کے روزمرہ کے واقعات سے سبق حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ آپ چین، اسپین اور فلسطین کے اندوہناک واقعات پر غور کریں جن میں آخر الذکر کا تذکرہ عنقریب کروں گا۔

کانگرس ہائی کمان مختلف آوازوں کے ساتھ بول رہی ہے۔ ایک حلقے کی رائے یہ ہے کہ یہاں پر ہندو مسلم سوال اور اقلیتوں کا کوئی جھگڑا نہیں۔ دوسرے بلند خیال طبقے کی رائے یہ ہے کہ اگر اس وقت غیر منظم اور بے بس مسلمانوں کے روبرو چند ٹکڑے پھینک دیئے جائیں تو ان کو اپنا مطیع و منقاد بنایا جا سکتا ہے۔ اگر ان کا یہ خیال ہے کہ اس وقت کسی چیز کو

مسلط کیا جاسکتا ہے تو وہ یقیناً ایک افسوسناک غلطی میں مبتلا ہیں۔ اب آل انڈیا مسلم لیگ نے زندہ رہنے اور سیاسیاتِ ہند میں اپنا سکہ جمانے کا عزم کر لیا ہے۔ اس لئے اس حقیقت کا جس قدر جلد احساس کر لیا جائے گا وہ تمام جماعتوں اور مفادوں کے لئے اسی قدر مفید ہے گا تیسرے حلقے کی رائے یہ ہے کہ اس ناقابلِ گذر تاریکی میں روشنی کی کوئی کرن نظر نہیں آتی لیکن جوں جوں کانگریس کو طاقت اور قوت حاصل ہوتی جاتی ہے وہ سابقہ کورسے پھیکوں کو پورا کرنے کے وعدوں کو فراموش کرتی جا رہی ہے۔

میں چاہتا ہوں کہ ان حالات پر غور کرنے کے بعد مسلمانانِ ہند ایک ایسی معین اور ہمہ گیر پالیسی کے ذریعہ سے اپنی تقدیر کا فیصلہ کر لیں جس پر تمام ہندوستان میں نہایت وفاداری کے ساتھ عمل کیا جائے۔ کانگرسی مسلمانوں کی طرف سے غیر مشروط حوالگی کی تبلیغ بے حد خطرناک ہے، یہ شکست خوردہ ذہنیت کی انتہا ہے کہ اپنے آپ کو دوسروں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں اور مسلمان قوم کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی بڑی غداری نہیں ہو سکتی۔ اور اگر اس پالیسی کو اختیار کر لیا گیا تو میں آپ کو بتا دوں کہ مسلمان اپنے مستقبل کا اپنے ہاتھوں سے خاتمہ کر لیں گے اور ملک کی قومی زندگی اور حکومت میں وہ اپنے جائز حقوق سے محروم ہو جائیں گے۔ صرف ایک چیز مسلمانوں کی حفاظت اور ان کے کھوتے ہوئے وقار کی بحالی کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ انہیں چاہیئے کہ وہ سب سے پہلے اپنی اَرواح کو مسخر کر کے اپنی ان عظیم الشان روایات و اصول وحدت پر قائم ہو جائیں جو ان کی سیاسی جماعت بندی کا طغرائے امتیاز ہیں۔ اگر مسلمانوں کو فرقہ پرست۔ ٹوڈی اور رجعت پسند کہا جاتا ہے تو آپ اسکی پرواہ نہ کریں اگر کوئی بدترین ٹوڈی اور مذموم ترین فرقہ پرست آج اپنے آپ کو غیر مشروط طور پر کانگرس کے حوالے کر کے اپنے بھائیوں کو سب و شتم کا نشانہ بنالے تو وہ قوم پرستوں کا تاجدار بن جاتا ہے۔ ان اصطلاحات الفاظ اور گالیوں کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کے اندر احساس کہتری پیدا کر کے ان کو کمزور و بزدل بنایا جائے اور ہمارے اندر اختلافات پیدا کر کے ہمیں دنیا میں بدنام کیا جائے۔

بڑے کا معیار ہے جس کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنے کی ضرورت ہے۔

آل انڈیا مسلم لیگ کی طے شدہ اور معین پالیسی یہ ہے کہ مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں کے حقوق و واجبات کی موثر حفاظت کی جائے۔ اسکا بنیادی اور سب سے بڑا اصول ہے۔ یہی اسکی زندگی کا نصب العین ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ مسلم لیگ اور اس کے لیڈروں سے کانگریس سخت ناراض ہو رہی ہے۔ اور اس کے علاوہ ہے، کیا جس پر کانگریس کو اعتراض ہے؟ کانگریس بعینہٖ وہی کچھ کر رہی ہے، جس کے متعلق ہم نے آج سے دو سال قبل فیصلہ کیا تھا۔ لیگ اس بات کی ہرگز اجازت نہ دے گی کہ حکومت برطانیہ یا اسمبلیوں کے اندر اور باہر کوئی دوسری جماعت اُن کے مفاد کو کوئی نقصان پہنچا سکے۔ کانگریس نے اپنے گزشتہ دعاوی کے باوجود مسلمانوں کے لئے اب تک کچھ نہیں کیا۔ یہ مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں کو حفاظت کا یقین دلانے میں سخت ناکام رہی ہے۔ کانگریس کی طرف سے مسلمانوں میں رابطہ عوام پیدا کرنے کی فریب آلود کوشش کا مقصد بجز اسکے اور کچھ نہیں کہ اُن میں اختلاف پیدا کر کے ان کو کمزور بنایا جائے اور ان کو اپنے قابلِ اعتماد لیڈروں سے برگشتہ کر دیا جائے۔ یہ نہایت خطرناک تحریک ہے لیکن کوئی شخص اس سے گمراہ نہیں ہو سکتا مختلف النوع دلفریب دعووں اور نعروں کے باوجود اس قسم کی چالیں کامیاب نہ ہو سکیں گی اقلیتوں کے ساتھ انصاف کے بغیر کوئی دیانتدارانہ اور سیدھا راستہ نہیں ہو سکتا۔ بھوک اور افلاس کے متعلق اس تمام شور کا مقصد یہ ہے کہ ہندوستان میں سوشلزم اور کمیونزم کا بیج بو دیا جائے حالانکہ وہ اسکے لئے تیار نہیں۔ بحالاتِ موجودہ حکومت کے خلاف براہ راست کارروائی کی پالیسی مسلم لیگ کے نزدیک بالکل فضول اور خودکشی کے برابر ہے۔ اس قسم کی دو کوششیں اب تک ناکام ہو چکی اور ان کے باعث لوگوں کو کافی مصیبت اور پریشانی کا مقابلہ کرنا پڑا ہے۔ چنانچہ بیس سال کے تجربہ کے بعد ان کو ترک کرنا پڑا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم پر ایک زیادہ رجعت پسندانہ دستور مسلط کیا گیا اور لطف یہ ہے کہ اب کانگریس

اس پر عمل پیرا ہے۔

ایک قرارداد کے ذریعہ سے گورنر جنرل سے یہ درخواست کرنا کہ وہ وزیر ہند کو ہمارے اس مطالبہ سے مطلع کر دیں کہ حق رائے دہی بالغان کی بناء پر ایک مجلس دستور ساز کی معرفت ہندوستان کے آئندہ آئین کا خاکہ تیار کرا لیا جائے یہ بے خبری کی انتہا ہے اس سے یہ صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ اس قسم کا مطالبہ پیش کرنے والے واقعات و حقائق سے کس قدر ناآشنا ہیں۔ دستوری اسمبلی کے قیام کا حق صرف کسی والی ملک یا تاجدار کو حاصل ہے جو شاہی اختیار کی معرفت ایسے نمائندگان ملک کی ایک مخصوص جماعت منتخب کر لی جائے جو اپنی مرضی کے مطابق ملک کا دستور مرتب کر دیں۔ اس کے بعد ان کا کام ختم ہو جاتا ہے اور ان کا مرتبہ دستور ملک کے آئین حکومت کی حیثیت سے نافذ ہو جاتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ حق رائے دہی بالغان کی بناء پر حلقہ ہائے انتخاب کو معین کون کرے گا اور اس بناء پر معین شدہ حلقہ ہائے انتخاب نمائندوں کی کس قدر تعداد کو منتخب کریں گے۔ اور ایسے حلقہ ہائے انتخاب میں اقلیتوں کا حشر کیا ہوگا اور حلقہ ہائے انتخاب کے اندر یہ شعور کیونکر پیدا ہو سکے گا کہ انہیں اس وسیع و عریض ملک کے دستور مرتب کرنے والی مخصوص جماعت کو کس طرح منتخب کرنا چاہیے۔ اور جماعت بھی وہ جماعت جس کو ترتیب دستور کا کلی اختیار حاصل ہوگا؛ اس مشینری کو کون چلائے گا جو اس مخصوص جماعت کا انتخاب کرے گی؟ جس کو اپنی مرضی کے مطابق تشکیل دستور کا اختیار حاصل ہوگا؟ اور بالانجام کار یہ کہ اس جماعت میں اقلیتوں کی حیثیت کیا ہوگی؟ کیا کانگرس کو واقعی یہ یقین ہے کہ وزیر ہند ان تمام مطالبات و ضروریات کو پورا کر دے گا۔ حالانکہ ابھی چند روز ہوئے کہ ہندوستان میں حکومت برطانیہ کے سب سے با اختیار اور بڑے نمائندے یعنی ہز ایکسیلنسی وائسرائے نے اپنی تقریر میں یہ کہا تھا کہ مجھے اس بات کا یقین ہے کہ ہندوستان کو مستقبل قریب میں فیڈریشن حاصل ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ جب یہی وائسرائے ہندوستان آیا تھا تو اس نے اس خیال کا اظہار کیا تھا کہ فیڈریشن کی اسکیم بحیثیت مجموعی اس قدر اچھی

ہے کہ صوبجاتی آئین کے نفاذ کے بعد یہ بہت جلد رائج ہو جائے گی اور اب گزشتہ ڈیڑھ سال کے تجربے نے اس کے اس یقین کو اور بھی پختہ اور مستحکم کر دیا ہے اور اس کو یہ یقین ہے کہ ایک معقول عرصے کے اندر فیڈریشن قائم ہو جائے گی۔

اگر ملک کا بحیثیت مجموعی مطالعہ کیا جائے تو تا حال کانگریس اس قابل نہیں کہ وہ عنانِ نظم و نسق سنبھال سکے۔ اور یہ حقائق کی نہایت دلچسپ تضحیک ہے کہ حکومت برطانیہ سے یہ توقع کی جائے کہ وہ دستوری اسمبلی قائم کرے گی۔ اور جہاں تک کانگریس کا سوال ہے وہ اس صلاحیت سے قطعی طور پر بے بہرہ ہے۔ اس مقصد کے لئے یہ ضروری ہے کہ کانگریس سب سے پہلے ملک کی تمام قابلِ ذکر جماعتوں اور مفادوں کو یکجا کر کے اپنے ساتھ تلے لے آئے۔ ورنہ ایک غیر ملکی حکومت سے جو اس وقت ملک کے اندر صاحب اختیار ہے یہ مطالبہ کرنا کہ وہ فرقہ وار مسئلہ کے حل یا تمام جماعتوں کی طرف سے کانگریس کے اقتدار کے اقرار کے بغیر کوئی ایسا قدم اٹھائے گی، بعینہ ایسا ہے جیسا کہ گاڑی کو گھوڑے کے آگے کھڑا کر دیا جائے۔ اس بات کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ ہندوستان کا ایک تہائی حصہ ہندوستانی ریاستوں اور والیانِ ریاست پر مشتمل ہے اور ان کا نکتہ نگاہ بالکل مختلف ہے۔

بے کار کوششوں کے بجائے بہتر یہ ہے کہ کانگریس پوری یکسوئی کے ساتھ اس بات کو سمجھ لے کہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء میں جو فیڈرل سکیم پیش کی گئی ہے وہ رائج الوقت آئین کے مقابلہ میں بھی بدرجہا رجعت پسندانہ ہے۔ اس لئے اس کو یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ حکومت برطانیہ کے نمائندوں کی طرف سے اس کے نفاذ کے متعلق جو وعدے کئے جا رہے ہیں ان کو عملی جامہ پہننے نہ دیا جائے۔ اس بارے میں کانگریس کیا کر رہی ہے؛ کیا اس کا یہ خیال ہے کہ وہ تنہا آپ پارٹی کی حیثیت سے اس کے نفاذ کو روک دے گی؟ یا کوئی اور رفاہ مولا بنا لیا جائے گا اور کانگریس اس کو بھی صوبجاتی آئین کی طرح اپنے سرکردہ

لیڈروں کی مخالفانہ غوغا آرائی کے باوجود قبول کرلے گی؟

اب میں مسئلہ فلسطین کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں، اس کا تمام مسلمانانِ ہند پر نہایت گہرا اثر پڑا ہے۔ حکومت برطانیہ کی عام پالیسی یہی ہے کہ اس نے شروع سے لے کر آخر تک عربوں کو دھوکا دیا ہے۔ برطانیہ نے اپنے اس وعدے کو پورا نہیں کیا، جو جنگِ عظیم کے دباؤ کے ماتحت کیا گیا تھا اور جس میں یہ کہا گیا تھا کہ عربوں کو مکمل آزادی کی گارنٹی دی جاتی ہے اور ایک بین الاعراب وفاق کی تشکیل کا اعلان کیا جاتا ہے۔ عربوں کی سادہ لوحی الاعتقادی سے پورا فائدہ اٹھایا گیا ہے۔ عربوں کو جھوٹے وعدے دے کر ان کو استعمال کرنے کے بعد برطانیہ نے بدنام خلائق اعلان بالفور[١٢] کے ذریعہ سے اپنے آپ کو اُن پر مسلط کر دیا اور یہودیوں کے لئے ایک قومی وطن بنانے کی پالیسی کے بعد اب برطانیہ فلسطین کو دو حصوں میں تقسیم کرنا چاہتا ہے اور رائل کمیشن کی سفارشات نے اس المناک داستان کا آخری باب لکھ دیا ہے[١٣] اور اگر اس کو نافذ کر دیا گیا تو عربوں کے اپنے وطن میں ان کی تمام تمناؤں اور آرزوؤں کا خون ہو جائے گا۔ اور اب ہمیں یہ کہا جا رہا ہے کہ ہم اصل واقعات پر غور کریں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ یہ حالات پیدا کس نے کئے ہیں؟ یہ برطانوی مدبرین کی پیداوار ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ جمعیۃ الاقوام رائل کمیشن کی سفارشات کی تائید نہیں کرے گی اور خدا کرے اُن کی تائید نہ کی جائے اور اصل حالات کا از سرِ نو جائزہ لیا جائے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا عربوں کو ان کا صلہ دینے کے لئے یہ کوئی دیانتدارانہ کوشش ہے؟ میں حکومت برطانیہ کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ اگر اُس نے مسئلہ فلسطین کا جرأت، دلیری اور انصاف کے ساتھ فیصلہ نہ کیا تو یہ حکومت برطانیہ کی تاریخ میں ایک جدید انقلاب کا دروازہ کھول دے گا۔ میں صرف مسلمانانِ ہند کی نہیں بلکہ اس معاملہ میں مسلمانانِ عالم کی ترجمانی کر رہا ہوں اور تمام انصاف پسند اور فکر مند اصحاب اس بات میں میری تائید کریں گے، جب میں یہ کہوں گا کہ اگر برطانیہ نے اپنے ان مواعید، عزائم اور اعلانات کو جو زمانہ قبل و بعد از جنگ تمام دُنیا کے

دُنیا کے روبرو غیر مشروط طور پر عربوں کے ساتھ کیے گئے تھے پورا نہ کیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ اپنے ہاتھوں اپنی قبر کھود رہا ہے۔ میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ عربوں کے اندر نہایت شدید احساس پیدا ہو چکا ہے اور حکومت برطانیہ جھلا کر اور جوش میں آ کر اعرابِ فلسطین کے خلاف نہایت سخت تشدد کے استعمال پر اُتر آئی ہے۔ مسلمانانِ ہندوستان عربوں کے اس منصفانہ اور جرأت آموزانہ جہاد میں اُن کی ہر ممکن امداد کریں گے چنانچہ آل انڈیا مسلم لیگ کی طرف سے میں ان کو یہ پیغام بھیجنا چاہتا ہوں کہ اس منصفانہ جنگ میں وہ جس عزم، ہمت اور حوصلے کے ساتھ لڑ رہے ہیں وہ انجام کار کامیاب ہو کر رہیں گے۔

میں ہندوستان کے ہر شہر، تحصیل، ضلع اور صوبے کے مسلمانوں سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ عوام کی بہبود و فلاح کے لئے تعمیری اور ترقی پسندانہ پروگرام بنائیں اور مسلمانوں کی معاشرتی اقتصادی اور سیاسی ترقی کے لئے مناسب ذرائع اور وسائل اختیار کریں، میں ملک یا صوبوں کی فلاح و ترقی کے لئے کام کرنے والی جماعتوں کے ساتھ تعاون سے قطعاً گریز نہیں کرتا میں آپ حضرات سے یہ درخواست اور اپیل کرتا ہوں۔ کہ تمام مرد، عورتیں اور بچے آل انڈیا مسلم لیگ کے متحدہ پروگرام اور جھنڈے تلے جمع ہو جائیں۔ ڈسٹرکٹ پراونشل اور آل انڈیا مسلم لیگ میں سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں بہت جلد بھرتی ہو جاؤ۔ اپنے آپ کو منظم کر کے اپنے اندر وحدتِ مقصد و خیال پیدا کرو اور اپنے آپ کو تربیت یافتہ اور ضبط آشنا سپاہیوں کی طرح آراستہ کر لو۔ اپنے اندر اخوت و رفاقت کے جذبات پیدا کرو۔ اپنے ملک اور قوم کے لئے وفا اور دیانتداری کے ساتھ بے لوث قربانیاں کرو۔ صنعت، مشقت اور قربانی کے بغیر کوئی فرد اور کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ ملک کے اندر اس قسم کی طاقتیں موجود ہیں جو تمہیں پریشان اور سرگرداں کریں اور تمہیں ہر قسم کی مشکلات کو برداشت کرنا پڑے اور انہی قربانیوں اور آگ کے امتحان سے نکل کر آپ اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ سکتے ہیں اور اس طرح اپنے معتقدات و عزائم پر سختی کے ساتھ قائم رہ کر ہی کوئی قوم اپنی سابقہ

سابقہ شاندار روایات کو برقرار رکھ سکتی ہے۔ اور یہی وہ چیزیں ہیں جو تاریخ عالم میں ہندوستان کے نام کو روشن کر سکتی ہیں۔ ہندوستان کے آٹھ کروڑ مسلمانوں کو خائف ہونے کی ضرورت نہیں۔ اُن کی تقدیر اُن کے اپنے ہاتھ میں ہے اور وہ ایک متحد، ٹھوس اور منظم طاقت کی حیثیت سے ہر خطرے اور ہر مزاحمت کا متحدہ محاذ کے ذریعہ سے مقابلہ کر سکتے ہیں۔ تمہارے اپنے ہاتھوں میں ساحرانہ قوت موجود ہے اب تمہیں اپنے اہم فیصلوں پر ڈٹ جانا چاہیئے یہ نہایت اہم، ضروری اور نتیجہ خیز ہیں کسی فیصلہ سے قبل ایک ہزار بار غور کرو لیکن جس وقت کوئی فیصلہ ہو جائے تو اس پر شخص واحد کی طرح جم جاؤ۔ آپ کو صداقت شعار اور وفادار رہنا چاہیئے۔ بس اسکے بعد کامیابی اور فتح آپ کے پاؤں چومے گی۔!

۱؎ چودھری خلیق الزماں اور نواب اسمٰعیل خاں کے سامنے مولانا آزاد نے یہی شرط رکھی تھی، جسے ان دونوں بزرگوں نے مسترد کر دیا تھا۔

۲؎ صوبہ سرحد اور آسام میں یہی ہوا۔

۳؎ مثلاً یو۔ پی میں حافظ ابراہیم، بمبئی میں مسٹر نوری، سی۔ پی میں مسٹر شریف، اُن میں سے کوئی کبھی بھی کانگرسی نہیں رہا تھا، لیکن وزارت نے کانگرسی بنا دیا۔

۴؎ کانگرسی حکومتیں صوبوں میں اس پر عامل تھیں۔

۵؎ جس سے مسلمان سخت متنفر تھے، کیونکہ بنکم چندر چٹرجی نے مسلمانوں کی حکومت اور اقتدار کے خلاف جو ناول لکھا تھا۔ یہ ترانہ اس سے لیا گیا تھا۔ نیز اس میں دیویاں اور دیوتاؤں سے دعا کی گئی تھی، ظاہر ہے اس مشرکانہ نغمہ کو مسلمان نہیں اپنا سکتے تھے،

۶؎ مسلمانوں نے اسے اپنا قومی پرچم ماننے سے انکار کر دیا تھا۔

۷۔ حالانکہ انہوں نے حلف اٹھایا تھا کہ وہ ایسا نہیں کرینگے ۔

۸۔ کیونکہ یہ مسلم وزراء کسی کے حتی کہ اپنے آپ تک کے نمائندے نہیں تھے۔

۹۔ لارڈ زٹلینڈ، وزیر ہند۔

۱۰۔ "مسلم ماس کینٹکٹ"

یعنی مسلم رابطۂ عوام تحریک یہ جواہر لال نہرو کی ایجاد تھی، لیکن چونکہ اس کی پشت پر عمل نہیں تھا، لہٰذا ناکام ہوئی۔

۱۱۔ کانگرس نے اگر یہ صحیح راستہ اختیار کیا ہوتا تو بلاشبہ تعاونِ باہمی کی راہ نکل آئی ہوتی

۱۲۔ لارڈ بالفور نے حکومت برطانیہ کی طرف سے پہلی جنگِ عظیم ختم ہونے کے بعد گزشتہ مواعید کے برعکس فلسطین کو وطن الیہود بنانے کا اعلان کیا تھا۔

۱۳۔ اس رائل کمیشن نے تقسیم فلسطین کی سفارش کی تھی۔

سنہ ۱۹۳۸ء

جب قائداعظم نے ملّتِ اسلامیہ کو بتایا :-

فرد و قوم آئینۂ یک دیگر اند
سلک و گوہر کہکشاں و اختر اند
فرد می گیرد ، ز ملّت احترام
ملّت از افراد می یابد نظام !

فرد تا اندر جماعت گم شود
قطرۂ وسعت طلب قلزم شود

مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے اسٹریچی ہال میں تقریر

کانگرس اور مسلمان!

۵ فروری ۱۹۳۸ء

یہ تقریر قائداعظم نے مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے اسٹریچی ہال میں، یونین کی طرف سے منعقد شدہ ایک جلسے میں ارشاد فرمائی تھی۔

قائدِ اعظم کی یہ تقریر حسب معمول ہمہ جہتی ہے۔ اس میں سیاسیات ملی و ملکی کے مختلف گوشوں پر انھوں نے اپنی عدیم النظیر فراست، ذہانت اور قابلیت کے ساتھ روشنی ڈالی ہے اور بعض ایسے گوشوں کو بے نقاب کیا ہے جو بہت کم لوگوں کی نظر میں تھے۔

اس تقریر کا خاص پہلو یہ ہے کہ اس میں قائداعظم نے اپنے ان مساعی اتحاد پر بھی روشنی ڈالی ہے جو اپنی سیاسی زندگی کے آغاز سے لے کر آخر وقت تک کرتے رہے تھے۔

(رئیس احمد جعفری)

جناب صدر۔ آپ نے کہا ہے مسلمان آزاد پیدا ہوتا ہے۔ وہ کب آزاد تھا؛ کم از کم اس ملک میں تو ہم ڈیڑھ سو سال سے غلام ہیں۔ میں آپ کو مایوس نہیں کرنا چاہتا۔ مجھے یہ جان کر مسرت ہوئی کہ مسلم نوجوان "ادراک پیری" سے استفادہ کرنے پر تیار ہیں۔ محض ہو حق اور نعروں کے بجائے عملی ذمہ داریوں کو وہ محسوس کرنا چاہتے ہیں۔

قائداعظم نے میثاق لکھنؤ کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ انہوں نے اس کے لئے کیا مساعی کی تھیں اور کانگرس سے کس قدر قریبی تعاون کیا تھا۔ آپ نے بتایا کہ مسلمانان ہند آزادی کی جدوجہد میں کسی سے پیچھے نہیں ہے۔ کامل حکومت خود اختیاری کی تمناؤں میں کانگریس

سے ان کا کوئی اختلاف نہ تھا۔ اس وقت کانگریس اور لیگ دونوں کا بنیادی اصول یہ تھا کہ دستور میں، وہ جس قسم کا بھی ہو اور جس کسی کا مدون کیا ہوا ہو، تمام اقلیتوں کے حقوق و مفادات کا تحفظ کیا جائے۔ سنہ ۱۹۲۸ء سے گول میز کانفرنس کے انعقاد تک ہندو مسلم سوال کے حل کی متعدد کوششیں کی گئیں۔

نہ معلوم اس وقت میری خودداریوں کو کیا ہو گیا تھا کہ میں کانگریس کے سامنے ہاتھ پھیلایا کرتا تھا۔ میں نے اس مسئلہ کے حل کے لئے اتنی انتھک اور مسلسل کوششیں کیں کہ ایک روزنامے نے اس پر لکھا: "مسٹر جناح ہندو مسلم اتحاد کے سوال سے کبھی بیزار نہیں ہوتے"۔ لیکن گول میز کانفرنس کے اجلاسوں میں مجھے اپنی زندگی کا سب سے بڑا دھچکا لگا ہے۔ خطرہ نمودار ہوتے ہی ہندو دل و دماغ، ہندو جذبات اور ہندو روش نے ایسی صورت اختیار کر لی کہ بالآخر اتحاد کی توقع ہی اٹھ گئی۔

اس وقت میرے احساسات پر قنوطیت چھائی ہوئی تھی، میرے جذبات پر مایوسیاں مسلط ہی تھیں، میں اپنے ملک سے ناامید ہو گیا تھا۔ صورتِ حال بہت ہی بدبختانہ تھی۔ مسلمان بے یار و مددگار تھے۔ ان کا کوئی پوچھنے والا ہی نہ تھا۔ کبھی تو دولتِ برطانیہ کے کاسہ لیس اور خوشامدی ان کی قیادت کرتے تھے اور کبھی کانگریس کے معتقد جا کر ان کی رہنمائی کا دم بھرتے تھے۔ جب کبھی مسلمانوں کو متحد کرنے کی کوشش کی جاتی تو ایک طرف ٹوڈی اور خوشامدی اور دوسری طرف کانگریسی چھاؤنی کے غلام ایسی کوششوں کو بے اثر کر دیتے تھے۔ مجھے ایسا محسوس ہونے لگا کہ میں نہ ہندوستان کی مدد کر سکتا ہوں نہ ہندو ذہنیت کو بدل سکتا ہوں اور نہ مسلمانوں کو ان کی نازک حالت کا یقین دلا سکتا ہوں۔ احساسِ پستی اس قدر بڑھا کہ میں نے لندن ہی میں اقامت گزینی کی ٹھان لی۔ اس لئے نہیں